ماہِ ملکہ
مریم مظفر
Pdf available at
www novelsclubb com
FB INSTA
novelsclubb

السلام علیکم

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری، ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

ماہِ ملکہ

از

مریم مظفر

www.novelsclubb.com

انتساب۔۔۔

ماہِ ملکہ میرے لیپ ٹاپ کے نام جس نے گھنٹوں میری ٹائپنگ سپیڈ برداشت کی ہے اور ماہِ ملکہ مہر النساء شاہ میر کے نام جس نے اس سے بھی زیادہ گھنٹے میری کہانی سنی، سمجھی، پڑھی اور نکھاری ہے۔

اِن دونوں کے بغیر یہ سفر شاید کبھی شروع ہی نہ ہوتا۔

www.novelsclubb.com

ماہِ ملکہ

از مریم مظفر

قسط نمبر 7

www.novelsclubb.com

المیر اعنایت محسن نے کبھی خواب میں نہیں سوچا تھا کے وہ اس چہرے کو اپنے پرستان میں دیکھے گی۔

گل اپنی نشست سے چار قدم آگے آئی سیڑھیوں سے جھانک رہی تھی۔ نیلی شفاف آنکھوں میں خوف اور سانس حلق میں مقید۔

فاطر اپنی جگہ پر جامد تھا۔ آنکھیں سامنے کے منظر سے ہٹنے پر انکاری۔ اس نے ایک اور قتل اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھا اور پھر بھی کچھ نہیں کر سکا۔

اپنی جگہ پر بیٹھا دبیر مچھلی کی بوٹی کھانے میں مصروف تھا، آگ لگے بستی میں، دبیر اپنی مستی میں۔

★★★★

باب منصف

اس چھوٹے کے کمرے کے باہر ہلچل کا ایک جہان آباد تھا۔ ملازم ہاتھوں میں کھانے کا سامان لیئے ادھر سے ادھر دوڑتے۔ میز پر کپڑا پونچھا جاتا۔ ملکہ کے تخت کی صفائی ان کا ذمہ تھی۔ اگر اس تمام گہما گہمی کو چھوڑتے ہم بھوری لکڑی کے مختصر سے دروازے کی طرف آئیں تو اندر کا منظر تمہیں خاموشی اور عجیب سی روحانیت میں ڈوبا ملے گا۔

ایک طرف کور کھی اگربتی اور جابجا ننھی موم بتیاں اس شکوہ گاہ کو پراسرر بناتی تھیں۔ لکڑی کی جالی دار دیوار، ایک طرف منڈے سر والا منصف اور دوسری طرف سرخ اور سفید کیفکتہ پہنے ایک آدمی۔

"منصف میں تنگ آگیا ہوں اس زندگی سے۔" اس آدمی کی دھاڑی میں جابجا سفید بال تھے۔ وہ لگ بھگ اپنے تیس کے آخری سالوں میں لگتا تھا۔

www.novelsclubb.com

"پچھلے تین ماہ سے میں اپنی مالکن کی دن رات خدمت کرتا ہوں اس خواہش پر وہ ایک دن مجھے آزاد کر دے گی۔" دبیر کی کتاب بند اور میز پر وہی نقشہ کھلا تھا جسے کل رات اس نے فاطر سے ادھار مانگا۔ زرا غور کرو تو تمہیں اس خاکہ نگار کے ہاتھ نہایت پھرتی سے کاغذ پر موجودہ لکیروں کو گہرہ کرتے دکھے گیں۔

"مگر نجانے وہ کس جنم کا بدلہ مجھ سے لے رہی ہے۔ نہ اجرت وقت پر دیتی ہے اور کام بھی دوگنا کرواتی ہے۔" اس آدمی کے رخ سے دیکھو تو تم بھی یہی دھوکہ کھا جاؤ گے کہ دبیر یقیناً تمہاری دکھی کتھا قلم کر رہا ہے۔

"یہ ناانصافی ہے۔ میری بس آپ سے یہ خواہش ہے کے آپ میرا مسئلہ ملکہ کے دربار میں پیش کرے۔ میں تین ماہ سے ملکہ کے انتظار میں ہوں۔" دبیر آدھا نقشہ سیاہی سے تازہ کر چکا تھا۔ اب آدھی کشتی مٹی اور آدھی ابھری ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں خالی اور ہاتھ چُست تھے۔

"اگر مجھے ملکہ نے بھی انصاف نہ دلایا تو میں خودکشی کر لونگا۔" قلم کی نوک یک دم ٹوٹی۔ وہ جملے کا اثر نہیں اس میں موجود ایک لفظ کا بوجھ تھا جس سے دبیر السازار کی چھلی انگلیاں کاغذ پر جامد رہ گئیں۔

کان بہتر سماعت کی خاطر کھڑے ہوئے اور وجود سخت ہوا۔ اسے پہلی مرتبہ یہاں آئے کسی شخص کا چہرہ دیکھنے کی دلچسپی پیدا ہوئی۔ سورج، چاند اور ستاروں کے پار سے وہ بس اسکی سیاہ سفید دھاڑی اور بیٹھی ہوئی رنگت ہی دیکھ پایا۔

اس آدمی کے غمگیں تاثرات دبیر کو بہت پیچھے لے گئے۔ اس حل کے بارے میں اس نے سوچا کیوں نہیں؟

www.novelsclubb.com

"دوبارہ سے بتاؤ سب۔" نقشہ گول کیئے بنا میز سے دور پھینکا۔ کتاب فوراً کھولتے صفحے پلٹائے اور پھر انھیں برابر کرتے نیا قلم نکالا۔ بھوری نگاہوں کے نیچے لگا نشان جالی کے پار سے خوفناک لگتا تھا۔

★★★★

باب ملکہ

وہ جس کی ہر سانس ہے چال کے منان

تیز تاب اور مکار

ملکہ کے حجرہ کے ساتھ منسلک ملاقاتی کمرہ کچھ اس طرز پر بنا تھا کہ ایک گول وسیع میز، اطراف میں کرسیاں، سنہری دیواریں اور ملکہ کی کرسی کے پشت پر مخملی پردوں سے ڈھکی اونچی کھڑکی۔ کمرہ میں صبح کی روشنی کی کرنیں پھوٹ کر پردے سے آر پار ہو رہی تھیں۔

کل ملا کر چھ عورتیں اس وقت منظر میں موجود تھیں۔ المیرا کے دائیں ہاتھ پر مشیرِ خاص ماہِ نگار اور وزیرِ خارجہ ادوب، دائیں کندھے کے پیچھے کنیز بلبل اور بائیں کندھے پر لب چباتی محافظ گل جان۔

اسکے تاثرات میں گھلی بے چینی صاف کہانی سنا رہی تھی کے ٹانگوں نے کھڑے رہ رہ کر جواب دے دیا ہے۔

انھیں نظر انداز کر کے غور ان کے نگاہوں کے رخ پر کرو تو وہ متحرک نظریں چوکھٹ پر کھڑے قاصد پر آ کر رکے گیں۔ سیاہ چغہ میں ملبوس اس آدمی نے موٹا نظر کا چشمہ چڑھایا تھا اور بھورے چغہ کی ٹوپی پیچھے کو گرائی تھی۔

"ہم ملکہِ ماہ کے ساتھ تعزیت کا اظہار کرتے ہیں۔ یقیناً آپ کی قوم پر ایک آفت آئی ہے۔" یمن کے بادشاہ کی طرف سے آئے خط کو اونچی آواز میں پڑھ کر سناتے قاصد کی نظریں حرف با حرف آگے بڑھ رہی تھیں۔

"ماہِ ملکہ کی اس عزیم تنظیم کی پشت پناہی کرنا ہمارے لیئے اعزاز سے کم نہ ہو گا۔ "اگر دھیان کرو تو تمہیں کمرے میں سب سے اختلافی تاثر مشیرِ خاص کے چہرے پر دکھے گا۔ ناپسندیدگی اور تنے ہوئے جبڑے۔

"یہ خط ہماری طرف سے تعلقات کی بحالی کا پہلا قدم۔۔۔"

"خاموش۔" سب کی نظروں کا زاویہ قاصد سے ہٹتے ماہِ نگار تک آیا جو بڑے بپھرے انداز میں اسکی بات کاٹتے کھڑی ہوئی۔ "یہ پیغام واپس لے جاؤ .....اور ان کے بادشاہ کو ہمارا حکم سنا دو۔" نیلی سیاہ آنکھیں قاصد کے جھکے چہرے پر تھیں۔(یہ تمام خطوط مختلف ریاستوں سے بھیجے گئے تھے جنہیں ماہِ ملکہ کا اپنا قاصد پڑھ کر سنا رہا تھا۔)

"جب تک سلطنتِ یمن ہمارا قرضہ نہیں اتارتے ہم سے دوستی کی امید مت رکھے۔(المیرا منہ میں بادام ڈالے کسی تماشائی کی طرح سب دیکھ رہی تھی) ملکہِ ماہ نے کاذبین اور احسان فراموشوں کا ساتھ نہ کبھی دیا ہے اور نہ کبھی دیں گیں۔"

اپنی بات کہنے کے بعد اس نے باری باری سب کے چہرے ٹٹولے۔ادوب ماہِ نگار کے رتبہ کی وجہ سے خاموش تھی۔بلبل از تربیت فرش پر دیکھ رہی تھی اور گل اسکی نظریں یہاں نگار سے ملیں وہیں سہم کر کمرے میں موجود کشتی کا خاکہ حفظ کرنے لگیں۔

www.novelsclubb.com

آخر میں اپنی ملکہ کو دیکھا۔ بھرے گالوں والی المیرا نے بھنویں اچکائیں۔ ''مجھے کیا دیکھ رہی ہو۔'' ایک اور بادام ڈالا۔ ''مجھے کیا معلوم یہ سب کیا ہو رہا ہے۔'' آج اس نے نارنجی کا مدار لباس زیب تن کیا تھا، بالوں کا وہی جوڑا جس سے ڈوپٹہ لٹکتا نیچے آ رہا تھا۔ لباس کا رنگ اسکی آنکھوں کے رنگ کو نمایاں کرتا تھا۔

''قحط سالی کے دوران یمن کے بادشاہ نے ہم سے کل تین سو کلو تک گندم امداد کے طور پر خریدی تھی جس کا اس وقت ایک حصہ ادا کر دیا گیا تھا جبکہ دوسرے کی ادائیگی کی بات ان کے حالات بہتر ہونے کے بعد تہہ پائی تھی۔'' چھوٹے کٹے بالوں والی ادوب نے کہنا شروع کیا۔ ''حالات بہتر ہونے کا دورانیہ بس چھ ماہ تھا۔'' چہرے پر چار پانچ چھوٹے مگر واضح تل، ذہین گہری نگاہیں اور مہندی رنگ کے پیچھے کو کیئے بال۔

ادوب کی بات مکمل ہوتے المیرا کو جتنا سمجھ آیا اس نے بس سر ہلا دیا۔

www.novelsclubb.com

قاصد نے وہ خط میز پر رکھا اور دوسرے تہہ شدہ کاغذ کی رسی جدا کی۔ وہ گول میں آزاد ہوتا بھورا خط اب کھل چکا تھا۔ کھانستے ہوئے کمرے میں تمام لوگوں کو متوجہ کیا۔

"ملکہ ماہ کو دمشق کی شہزادی کا سلام۔ آپ کی تنظیم کے لیئے ڈھیروں دعائیں اور آپ کی اگلی ملکہ کے نام کچھ تحائف۔" اس مرتبہ ماہ نگار کے لبوں کے کنارے شکوت وافتخار میں ڈھل گئے۔ المیرا یہ تبدیلی محسوس کیئے بغیر نہ رہ سکی۔ ("لگتا ہے بڑھیا کا کوئی عاشق رہتا ہے دمشق میں۔" المیرا کا بادام کھاتے تبصرہ۔)

"ماضی میں دمشق کے ساتھ آپ کے جو بھی تعلقات رہے انھیں بھلا کر ہم ایک نئے تعلق کی بنیاد رکھتے ہیں۔ دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہیں۔" کمرے میں موجود تمام لوگوں کے الگ تاثرات تھے۔ اس بار نگار نے کوئی احتجاج نہ کیا۔ المیرا نے سوالیہ نگاہیں ادوب کے چہرے پر ڈالیں یوں جیسے کہہ رہی ہو "ہاں بہن! یہ دمشق کا قصہ کون سنائے گا؟"

وزیر خارجہ کھانستے ہوئے اپنی جگہ پر تھوڑا آگے ہوئی۔ ”دنیا میں اس وقت کچھ ہی ممالک پر سرداری عورت کے ذمہ ہے۔ دمشق انھیں میں سے ایک ہے۔“ نارنجی داستانے والا ہاتھ ٹھوڑی پر ٹکاتے وہ مغموم سی سنے گئی۔

”اپنی ملکہ والدہ کے قتل اور اپنی دو بہنوں کی خودکشی کے بعد نو عمر شہزادی طالش آس پاس کے ملکی حملوں میں اپنی آدھی فوج گنوا چکی ہیں۔“ نگار کی مسکان ویسے ہی قائم رہی۔ ”علاوہ ازیں ان کے ملک کے اندرونی حالات بھی کچھ خاص قابل تعریف نہیں۔ غیر تجربہ کار رویہ، بچکانہ فیصلے اور شہزادی سے زیادہ ان کے جملہ ساز وزیروں کی حاکمیت دمشق کو اندر سے کھا رہی ہے۔“

www.novelsclubb.com

”اور اس کے باوجود بھی وہ ہماری مدد کرنا چاہتی ہیں؟“ المیرا کے سوال کا جواب ادوب نے دینے کے لیئے لب وا کیئے جب اسکی بات مشیر خاص نے کاٹ دی۔

”ماہ ملکہ تنظیم کا اول مقصد جہاں تخت کا حصول ہے وہیں دنیا کے نظام کو واپس اسکے اصل پر لانا بھی ہے۔“ ماہ نگار کی بارعب آواز کمرے کی در و دیوار میں پھیل

گئی۔ ''ہمیں ہر ممکنہ کوشش کرنی چاہیے کے جو ریاست ہماری طرف ہاتھ بڑھائے اس کا ہاتھ ہم تھام لیں۔''

''لیکن ہمیں اپنا مقام اور اپنے رفیق کا مقام دیکھ کر فیصلہ لینا ہو گا۔'' نگار کی اپنی بات کاٹے جانے پر تیوری چڑھ گئی۔ المیرا کو اب یہ طاقت اور انا کا جھگڑ کھیل کر نہیں دیکھ کر لطف آ رہا تھا۔

''ہم اپنی روایات نہیں توڑتے آنستہ ادوب۔'' بغیر اسے دیکھے اٹھی گردن سے کہا۔

''ہماری روایات ہماری کمر بھلے ہی کیوں نہ توڑ دیں۔'' طنز کا تیر کاری تھا جو ماہ نگار کے آر پار ہوتے اسکے وجود کو سلگا گیا۔

''اف برن!'' المیرا نے ایک زیتون منہ میں ڈالتے دل ہی دل میں کہا۔

"آپ جانتی ہی کتنا ہے آنستہ!" لہجہ اونچا نہیں مگر اسکی سختی کی گونج بھاری تھی۔ "تخت پلٹنے سے تین ماہ پہلے ہی تو اپ اس مقام پر آئی ہیں۔" ادوب ٹس سے مس نہ ہوئی جبکہ پیچھے کھڑی گل کے قدم لڑکھڑانے لگے۔

"میں اپنی رائے پیش کر رہی ہوں۔" نگار کو نظر انداز کرتے وہ اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی۔ "ملکہ!" المیرا جو سامنے چلتی فلم دیکھنے میں خوش تھی اس کو یہ اچانک مخاطب ہونا کچھ خاص بھایا نہیں۔ "میری رائے ہے ہمیں یمن کے ساتھ تجارتی تعلق قائم کرنا چاہیے نا کہ۔۔۔"

"ہر گز نہیں!" ماہ نگار کے اٹھنے پر اسکی کرسی ہلکا سا دھچکا کھا کر پیچھے کو ہوئی۔ سفید لباس اور نارنجی بالوں والی وزیر کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑتے وہ بلند و بانگ اپنے اصول پر کوئی سمجھوتا نہ کرنے کا اعلان کر رہی تھی۔

مگر سامنے والی بھی نیلی سیاہ آنکھوں میں جھانکتے جنگ نہ سہی البتہ اپنی پیشکش ضرور کرے گی۔

المیرا آدھ والبوں میں زیتون پھنسائے ان دونوں کے اگلے جملے کی منتظر تھی جب گل نے اسکی کہنی پر چٹکی کاٹی۔اسے یہ لڑائی جھگڑا دور دور سے بھاتا ہے۔

ہلکی سی سسکی کے ساتھ اس نے گردن پھیرتے محافظ کو دیکھا۔

"روکوانھیں۔"آنکھوں ہی آنکھوں سے اشارہ۔المیرا نے زیتون ابھی بھی ہونٹوں میں دبایا تھا۔

"بورنگ عورت۔"آنکھیں گھماتے جواب دیا۔

"اچھا اب بس!"زیتون نگلا اور شان سے ہاتھ اٹھائے۔دونوں عورتوں نے ایک دوسرے سے منہ پھیر لیا۔"پیاری لڑکیاں بحث نہیں کرتیں۔اب ہاتھ ملاؤ، معافی مانگو۔چلو چلو۔"

کمرے میں سب نے المیرا کو یوں دیکھا جیسے اس کا دماغ چل گیا ہو۔جس میں سرِ فہرست تو گل خود تھی۔

"کیا ہوا؟ ملکہ کی بات نہیں مانو گی۔" آنکھیں معصومیت سے گول کیں اور پلکیں ملائیں۔ گل نے دل ہی دل میں استغفار کیا۔

ادوب نے اپنی قابلیت اور نگار کے درجہ کا احترام کرتے ہتھیار پھینک دیئے۔ ہلکا سا سر جھکاتے وہ نگار کی پیٹھ کی طرف تھی۔

"مجھے معاف کر دیجئے مشیر خاص۔ میں آپ کے فیصلے کا حترام کرتی ہوں۔ آپ کا قول مقام کے لحاظ سے اول ہے۔" نگار واپس سے سختی کے خول میں سمٹ گئی۔

"مگر میری رائے میرے لیئے اہم ہے۔ میں صرف رائے دے سکتی ہوں آگے جو ملکہ کو منظور۔" اپنی بات ختم کرتے اس نے المیرا سے نظریں ملائیں۔

بلی آنکھیں خوش دکھتی تھیں۔ ملاقات کا جواز ختم ہو چکا تھا اب کمرے میں رہ کر وہ بس آکسیجن گھٹا رہی تھی۔ المیرا سے اجازت لیتے ادوب باہر بڑھ گئی اور نگار وہ وہیں سخت بے حرکت کھڑی رہی۔

وہ بھی اپنے قوانین سے نہیں ہٹے گی، اس کے لیئے روایات صف اول ہیں۔

★★★★

باب منصف

سمندر کی سطح پر سورج کی روشنی ٹکراتی اور ننھے قطروں کے نشان چھوڑ جاتی۔

عرشہ پر موجود قوس آفتاب تلے حسین لگتی تھی۔

روشنی اتنی کے انسان کو منظر کو دیکھنے کی خاطر آنکھیں چھوٹی کرنی پڑیں۔ مگر دبیر السازار کے لیئے نہیں۔ کشتی کی پچھلی طرف موجود بلندی پر کھڑے اسکی مٹیالی

قمیض ہوا کے ساتھ لہرا رہی تھی۔ چھلی ہوئی سرخ انگلیاں سختی سے مٹھیوں میں بھینچی تھیں اور بھنویں قریب آکر آنکھوں سے آ لگیں۔

سمندر کی اوپر نیچے جاتی لہروں کو دیکھتے تم اگر اس کا چہرہ پڑھنا چاہو تو وہاں خاموشی دکھے گی۔ کیا وہ تھک کر یہ قدم اٹھا رہا تھا یا تنگ آکر؟

کچھ سست لہریں ایک دوسرے کو پیچھے چھوڑتی آگے بڑھیں تو اس نے بھی فیصلے کی سیڑھی پر آخری قدم رکھا۔

عرشہ کی باڑ سے ایک پاؤں بلند کرتے آگے کی جانب اٹھایا۔ ہوا ابھی بھی تیز تھی، کرنیں ابھی بھی جھلسا رہی تھیں۔ دوسرے پاؤں کی ایڑھی ابھی ٹھنڈی ہوا سے ٹکرائی ہی تھی جب۔

"کیا تمہیں خودکشی کرنے سے ہمیشہ مجھے ہی روکنا ہوگا؟" ایک جانی پہچانی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔ ہاتھوں میں لرزش ہوئی مگر چٹانوں جیسے حوصلہ نہ ہلا۔ اس بار وہ گل جان کو زندگی اور موت کی لکیر کے درمیان دیوار بننے نہیں دے گا۔

ایک پاؤں بار سے نیچے رکھتے وہ خود کو سمندر کے حوالے کر چکا تھا جب کسی نے پیچھے سے آتے اسکی قمیض کھینچی اور نہایت جدوجہد سے اسے اپنی طرف کھینچا۔

"پاگل ہو گئے ہو؟" کھینچنے والا اپنے قدم برقرار نہ رکھ سکا اور جہاں دبیر لکڑی کے فرش پر پیٹھ کے بل گرا تھا وہی وہ اوندھے منہ گھٹنوں کے بل زمین بوس ہوئی۔

"کھاتے تم ہو نہیں، اتنی جان کیسے آئی؟" کمر پر ہاتھ رکھتے گل ہانپ رہی تھی۔ زندہ بچ جانے والا آدمی ہلکا سا غرایا یوں جیسے اسے خودکشی کی کوشش ایک مرتبہ مزید ناکام جانے کا پچھتاوا ہوا ہو۔

www.novelsclubb.com

گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے وہ بمشکل کھڑی ہوئی۔ چٹیا سے نکلتی لٹیں اسکے چہرہ پر جھول رہی تھیں۔

"اس دفعہ کون سی سطح ناپنی تھی؟" گہری سانس لیتے گل جان نے نیچے لیٹے آدمی کو دیکھا۔ جواب میں دبیر نے وہیں فرش پر کروٹ بدلی اور ٹانگیں موڑتے

سینے سے لگالی۔ وہ اب کسی بچے کی طرح اپنے بازوؤں کا حصار سینے سے لگائے ٹانگوں پر تنگ کرتے لیٹا تھا۔

گل قدرے جھکی اور گھٹنوں پر ہتھیلیاں رکھ دیں۔ ''میں اگر نہ آتی تو ابھی تمہیں کوئی مگرمچھ کچا کھانے کے لیئے مرچ مسالے ڈھونڈ رہا ہوتا۔'' وہ کہنا چاہتا تھا اس سمندر میں مگرمچھ نہیں ویل شارک ہیں مگر اس نے آنکھیں بند کرنا زیادہ مناسب سمجھا۔ نہ وہ دکھے گی، اور نہ وہ سنے گا۔

دبیر کے بے رنگ ہاتھوں میں وقفہ وقفہ سے لرزش ہو رہی تھی۔ ان پر قابو پاتے اس نے سرگوشی کی۔ ''میں نے دو دن سے کچھ نہیں کھایا۔'' دیوار تک جاتی گل اسکی آواز پر رکی۔

''کیا مطلب؟'' جواباً وہ خاموش رہا۔ سمندر کی لہریں اور فضا میں اڑتے بگلوں نے خاموشی میں شور پیدا کیا۔

www.novelsclubb.com

یہ کیسا آدمی تھا؟ غصہ سے ہنکار بھرتے وہ اپنا تیر کمان تھامے دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ اس سے پہلے کے وہ صحت ایک عظیم نعمت ہے پر تقریر کرتی دبیر نے دونوں ہاتھوں سے کان ڈھک لیئے۔ گل جان کا صدمے سے کھلا منہ اپنی ہتک پر سرخ ہو گیا۔ ''مرتا رہے بھوکا۔''

ان دونوں کے بیچ خاموشی نے قدم جما لیئے۔ جس میں سمندر کی لہریں اور بہت سے منکسر سوالات بسے تھے۔ کئی لمحات آئے اور بے اثر گزرے۔ پس منظر میں ایک گھنٹہ پورا ہونے پر جہاز میں موجود بڑی سی گھنٹی بجائی گئی۔

''تمہارے ماں باپ نہیں؟'' اپنے کمان کی ڈوری کستے اس نے یونہی سوال کیا۔ ابھی مشق شروع ہونے میں کچھ وقت تھا۔

''نہیں۔'' عادت کے خلاف جواب دیا۔ بھوری گول آنکھیں دور کسی غیر مرئی نقطے پر مرکوز تھی۔

"فوت ہو گئے ہیں؟" کمان کی لکڑی صاف کرتے اس نے آنکھ کے کنارے سے دور لیٹے آدمی کو دیکھا۔

"ہاں۔" خالی لہجہ۔

"کیسے اور کب؟" لکڑی پر گرفت ضبط کے مارے مضبوط ہوئی۔ اسے لگا تھا دبیر اب بھی ایک لفظی جواب دے گا مگر اس کی امید کانچ کی مانند ٹوٹی۔ وہ آدمی یونہی لیٹے خالی نگاہوں سے بائیں جانب دیکھ رہا تھا۔ گل نے بھی آگے ہوتے اسکے رخ پر دیکھا۔

تہہ خانے کا گول دروازہ وا تھا۔ زنجیر پہنے چار قیدیوں کو باہر نکالا گیا جو حبتہ اللہ کے ساتھ آگے بڑھ گئے۔

"میں گیارہ سال کا تھا۔" خشک لب جدا کرتے کہانی کی ابتدا کی۔ "باپ پاکستانی، ماں ہسپانوی۔ میں ان دو کے علاوہ زندگی کے ابتدائی گیارہ سال میں کسی

خونی رشتہ سے واقف نہیں تھا۔" تیر کمان ایک طرف رکھتے وہ اب اس کی کہانی سننے لگی۔

"دونوں نشہ کرتے تھے۔(نیلی آنکھیں حیران ہوئیں) باپ ایک ہسپتال میں فارمیسی پر بیٹھتا تھا۔ نشہ کی مقدار بے تحاشہ لینے پر نوکری چھوٹ گئی۔ ماں میری چھوٹی موٹی نوکریاں کرتی تھی۔"

"جیسے کے؟" اشتیاق سے مجبور وہ اسے ٹوک بیٹھی۔ دبیر بے حرکت رہا۔

"بے بی سٹ کرنا، ویٹریس کی نوکری غیر مستقل نوکریاں جس میں آپ کی قابلیت بعد میں دیکھی جائے اور آپ کی موجودگی پہلے۔" گل نے ٹھوڑی گھٹنوں پر رکھ لی۔ وہ یہاں سے دبیر کی ابھری کمر کی ہڈی کو دیکھ سکتی تھی۔ وہ آدمی واقعی بہت کمزور تھا۔

"ہمارے اپارٹمنٹ کے نیچے ایک پارک تھا۔ ایک دن میں کونے میں بیٹھے سکیچ بنا رہا تھا جب۔۔۔۔"

گل کا اشتیاق لمحہ بالمحہ بڑھنے لگا۔وہیں دبیر کی بھوری نگاہوں میں جذبہ نہیں ایک کہانی دکھی۔کئی سال پرانی،دیکھنے والے کے لیئے جانی پہچانی۔

دبیر نے آنکھیں بند کیں۔کافی مناظر،جملے،چہرے اوجھل ہوئے،سامنے آئے۔ آوازوں کا شور سمجھ سے بالاتر تھا۔اسکی پلکیں لرزیں اور یک دم آنکھیں کھل گئیں۔

وہ ابھی بھی بے حرکت تھا۔کیا وہ جبر کرتا تھا یا ہتھیار ڈال چکا تھا؟

"پھر کیا ہوا تھا دبیر۔۔۔؟"گل نے جھجکتے ہوئے سوال کیا۔دھوپ میں اسکے بال سمیت ماتھے پر پسینے کے کچھ قطرے چمک اٹھے۔

دبیر چہرہ پھیرے ہنوز خاموش رہا اور پھر سرد لہجہ میں ایک غیر جذباتی سا اقرار کیا۔

"پھر انہوں نے ایک دوسرے کا قتل کر دیا۔"

سامع کا دل سینے میں زور سے دھڑکا۔ جسم پر خوف سے کپکپی آئی۔ شفاف آنکھیں ازخود وا ہوئیں۔ اسکی حرکات سمیت سوچ بھی تھم گئی۔ افسوس کرے یا نہیں؟

ابھی وہ اسی کشمکش میں تھی جب اس پر فسوں ماحول کا پیدا وار دبیر السازار گھٹنوں کی مدد سے کھڑا ہوا، قمیض کی جیب میں ہاتھ ڈالے اور بنا اسکی طرف دیکھے آگے بڑھ گیا۔

ہاتھ کی انگلیاں جیب میں رکھے موٹے قلم کو ٹٹول رہی تھیں۔

کیا تم دیکھنا چاہو گے وہ کہانی جو ان بھوری آنکھوں کے لیئے تھی جانی پہچانی؟

★

www.novelsclubb.com

بادالونہ، سپین

یہ ایک رہائشی عمارت کا منظر تھا۔ عصر کے بعد کا تھوڑا وقت جب پارک میں کافی بچے کھیلنے میں صرف تھے۔ وہیں گیارہ سالہ دبیر السازار ایک کونے میں بنے سینڈ کیسل کے پاس بیٹھا تھا۔ بزکٹ بال، کھلی سفید شرٹ تلے گھٹنوں تک آتا پاجامہ۔

اسکا قد اور صحت باقی بچوں کے مقابلہ کم تھا مگر اسکا حوصلہ اور ہمت ان سے دس گنا زیادہ۔

پتلی انگلیوں میں پینسل پکڑے وہ تیزی سے سفید صفحے پر لکیریں بنا رہا تھا۔ وقفہ وقفہ سے ساتھ بیٹھی بلی کے نارنجی بالوں میں عقیدت سے ہاتھ پھیرتا۔ پارک میں موجود ہر بلی اسکی دوست تھی، اپنے سکول میں ٹہلتی ہر بلی کو کھانا کھلانا جیسا اسکا فرض تھا، بلڈنگ میں موجود ہر بلی اسی کے دیئے نام سے مانوس تھی۔

دیکھ بال کر وہ ہر لکیر بناتا۔ اس کی تنہائی اسکی دوست تھی۔

تبھی مٹیالے رنگ کی اس عمارت سے ایک آواز آئی۔ یک دم باغ میں کھیلتے بچے سہم کر رکے۔ دبیر نے بھی گردن اٹھائی، کیونکہ وہ آواز اسی کے فلیٹ سے آئی تھی۔

پسٹل چلنے کی آواز پر اس نے خود سمیت تین آدمی اور دو بچوں کو عمارت کی طرف جاتا دیکھا۔ وہ سب بھاگ رہے تھے جبکہ اسکے قدم سستی لیئے تھے۔

سیڑھیاں پار کیں۔دو بلیوں کو رک کر پیار کیا، پاس سے گزرتی پتنگ کو کافی دیر تک دیکھتا رہا اور بالآخر دس منٹ اور تین سیکنڈ بعد دبیر السازار اپنے اپارٹمنٹ کے دروازے کے باہر موجود تھا۔

ہر کسی کی آنکھوں میں ترس اور خوف تھا۔ترس اس بچے کے لیئے، خوف سامنے کے منظر کے لیئے۔

غیر دلچسپی سے وہ اندر داخل ہوا۔چار قدم کے فاصلے نے اس سے بہت کچھ چھین لیا۔سامنے لاؤنج میں ایک آدمی اوندھے منہ اور دوسری عورت پیٹھ کے بل گری تھی۔ان میں سے مرد کے ہاتھ میں گولی اور اسکی گردن پر چاقو اور دوسری طرف عورت کے سینے میں گولی اور چہرے پر خون کے چھینٹے موجود تھے۔

گیارہ سالہ دبیر کے سامنے اسکے ماں باپ کی قتل شدہ لاشیں دروازے کو تک رہی تھیں۔ قاتل کون اسکے ماں باپ، مقتول کون اسی کے ہی ماں باپ۔

ہاتھ میں موجود سکیچ بک پھسلتے ہوئے خون کی پتلی لکیر میں جا گری۔بلی کا بنا آدھا سکیچ سرخ ہو گیا۔وہ وہاں سے کھڑا اپنی ماں کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔وہاں زندگی کی رمق تمام تھی مگر اس کا عکس پھر بھی واضح تھا۔

ماں کی بھوری نگاہوں میں دبلے پتلے سے دبیر کا خاکہ صفائی سے بنا ہوا تھا۔

کسی نے آکر اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا۔اس شخص کا لمس کھردرا اور محنت کش تھا۔

دبیر السازار نے آہستہ سے گردن اٹھائی۔فرحان آنسو روکے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔چہرہ پر تسلی تھی۔

چھوٹے لڑکے نے چہرہ دوبارہ سے اپنے ماں باپ کی طرف کر دیا۔جسم سے نکلتا ان دونوں کا خون آپس میں گھل مل کر اعصاب کو تناؤ زدہ کر رہا تھا۔

★

یہ ایک انویسٹیگیشن روم کا بدبودار کمرہ تھا۔ جہاں ایک طرف شیشے کی دیوار اور درمیان میں میز تھا۔ فرنائل کی بو ان سفید ٹائلز سے اٹھتے ہوئے اسکے اعصاب بوجھل کر رہی تھی۔

کچھ دیر پہلے پولیس کے ساتھ یہاں آئے وہ انھیں سب کچھ بتا چکا تھا۔ جو دیکھا یا جو نا دیکھا سب۔

اس کے ماں باپ بہت لڑتے تھے، وجہ۔۔۔ "تم نے میری غذا بغیر اجازت کیوں کھائی"۔ غذا کیا وہی ان کی نشے کی پڑیاں۔ اس کے ماں باپ دونوں اپنی زندگی نشے کے نام وقف کر چکے تھے۔

www.novelsclubb.com

آئے دن کبھی اسکی ماں اسکے باپ کو رنگے ہاتھوں پکڑتی تو کچن میں دو برتن تو ضرور ٹوٹتے یا باز مرتبہ اسکی ماں اپنے میاں کی انٹیروگیشین کا نشانہ بنتی تو بات ہاتھا پائی کے بغیر نہ تھمتی۔

دونوں رفیق برابر کی توانائی دکھاتے۔جہاں اسکی ماں ایک تھپڑ اور لات کھاتی وہیں اسکا باپ ماں کے نشانوں سے نہ بچ کر اپنا سر تڑوا بیٹھتا۔

کسی کو آج تک یہ سمجھ نہیں آیا وہ دونوں ساتھ کیوں تھے۔لڑائی کے علاوہ وہ دونوں ایک دوسرے کو مخاطب بھی کم ہی کرتے۔یا شاید وہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو دبا بیٹھے تھے۔البتہ انہوں نے کبھی دبیر پر ہاتھ نہیں اٹھایا تھا۔ہاتھ تو دور اس پر تو کبھی نظر بھی نہیں ڈالی گئی۔

عجیب خاندان تھا۔ہر انسان اپنی ذات میں مست،آس پاس کسی کی پرواہ نہیں۔

کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک پولیس انسپکٹر داخل ہوا۔لمبی داڑھی اور منڈا سر۔اسکے چہرے پر نرمی نہیں تھی۔

دبیر کے سامنے کی کرسی سنبھالتے اس نے اپنے فربہ بازو میز پر رکھ دیئے۔"گولی تمہارے باپ نے چلائی تھی اور چاقو تمہاری ماں نے مارا تھا۔دونوں کی موت میں

پس کچھ سیکینڈز کا وقفہ ہے، آٹوپسی رپورٹ ہی بتائے گی کس نے قتل میں پہل کی۔" ہسپانوی انسپیٹکر بول کر خاموش ہو گیا۔

سفید شرٹ والے لڑکے کی نظریں جھکی تھیں۔انسپکٹر کو اس پر تھوڑا سا ترس آیا۔ وہ بس بچہ ہی تو تھا۔

"تمہارے ماں باپ مر چکے ہیں بچے۔" صدمے سے نکالنے کے لیئے انسپیٹکر نے رعایت کی۔دبیر کی نظریں نہ اٹھیں۔

"اچھا! اور۔" نیلی وردی والا آدمی دم بخود رہ گیا۔وہ اس بچے کو یاد دلا رہا ہے وہ یتیم ہے اور یہ بچہ۔

www.novelsclubb.com

اب انھیں کون بتائے دبیر السازار کے لیئے ہر انسان ہی دفن شدہ تھا۔اس نے کبھی عام رشتے بنائے ہی نہیں، کہانا! اسکی تنہائی اسکی ساتھی تھی اور اس تعلق سے وہ مطمئن تھا۔

اب کے گیارہ سالہ لڑکے نے نگاہیں ملائیں۔نہ وہ گیلی تھی،نہ سوجیں۔اس نے دل کو بہت ٹٹولا،شاید کہیں دکھ مل جائے مگر چاہ کر بھی دل خالی رہا۔

دل تو ہمیشہ سے ہی خالی تھا۔

★

آگے کی زندگی کیا ہونے والی تھی،اس نے زیادہ سوچ بچار نہیں کی۔

اگلے ہی دن وہ فرحان کے ساتھ اسکے گھر آچکا تھا۔اس عنایت کی پیشِ وجہ فرحان نے اپنی تنہائی اور دبیر کے والد سے اپنی برسوں پرانی دوستی دی۔

کچھ دو تین ہفتہ تک زندگی ڈگر پر لوٹ آئی۔وہ فرحان کے ساتھ رہتا تھا۔سکول جاتا،کھانا کھاتا،سوتا جاگتا،چھوٹی موٹی نوکریاں کرتے اپنی پاکٹ منی نکالتا۔

اپنی پرانی زندگی سے اگر اسے کچھ یاد آتا تھا تو وہ تھی پارک میں موجود بلیاں، اپارٹمنٹ بلڈنگ میں رہتیں بلیاں۔اچھا ہے سکول والی تو نہیں دور ہوئیں۔

فرحان اچھا تھا۔دبیر کے نظریہ سے دیکھو تو۔وہ کافی عرصہ سے سپین میں مقیم تھا اور مہینہ وار پاکستان پیسے بھجواتا تھا۔اس سے زیادہ اس نے اپنے خیر خواہ کو جاننے کی کوشش نہ کی۔

لیکن اگر تم دبیر السازار سے پوچھو کے زندگی میں کوئی ایک ایسا شخص جو تم چاہو گے سب کی زندگیوں میں ہو تو وہ آدمی بلا جھجک فرحان کا نام لے گا۔بھلے ہی فرحان نے اسے چھت دی ہو اور تحفظ کے لیئے دبیر السازار نے ہاتھ پاؤں خود مارے ہوں .....وہ ہمیشہ اپنے باپ کے دوست اور اپنے ہمدرد کا مقروض رہے گا۔

★

www.novelsclubb.com

کہانی میں تھوڑا آگے بڑھتے ہیں۔اب ہمارا کردار چودہ سالہ ہائے سکول سٹوڈنٹ تھا جو اس وقت اپنے سکول کی پچھلی گلی میں رکھے ڈمسٹر کے قریب کھڑا تھا۔مٹیالے جو گرز اور بزکٹ بالوں پر ٹوپی۔

اسکی نظروں کا حصار اپنی ہتھیلی پر تھا۔ جہاں ایک بھورا رول شدہ کاغذ ماچس کے ساتھ رکھا تھا۔ اسے معلوم تھا اسکے علاقہ میں ہائے سکول کے طلبہ کو ڈرگز کون مہیا کرتا تھا۔ ہاتھ میں رکھے جوائنٹ (چرس والا سیگریٹ) کو دیکھتے وہ ایک سوال سوچ رہا تھا۔

ایسا کیا تھا اس میں جو اسکے ماں باپ آخری دم تک اسکی لالچ میں ایک دوسرے کا قتل کر گئے۔

گہری سانس لیتے اس نے پہلی کش لینے کی تیاری کی۔

اور پہلی بربادی کی بھی۔

دور سے دیکھو تو تمہیں ایک لڑکا کھانستا ہوا گلی کنارے دکھے گا مگر جوائنٹ پر گرفت ڈھیلی کیئے بغیر۔ کھانسنے کے باوجود بھی اس نے کاغذ لبوں سے جدا نہ کیا۔ جہاں شعلہ کم ہوتا وہیں دبیر السازار کا وجود اس زہر کا عادی ہوتا۔

★

یہ سفر یہی تمام نہ ہوا۔اسکا میل جول ایسے فروشوں کے ساتھ بڑھنے لگا۔یہاں تک کے کے معلوم ہونے پر فرحان نے اسے ریحیب میں بھی منتقل کروایا۔کچھ مہینہ گزار کر وہ وہاں سے نکل تو آیا مگر یہ سلسلہ جاری رہا۔اسے معلوم ہی نہ ہوا کب، کہاں اور کیسے اسکے بے معنی وجود کو راحت سی ملنے لگی۔جو کام تجسس کے ہاتھوں بس ایک مرتبہ کیا وہ اب لت کے بل بوتے پر زندگی کا حصہ بن گیا۔

یونہی ایک دن وہ ''خریدنے والے'' کے درجہ سے ''بیچنے والے'' کے رتبہ پر پہنچ گیا۔

★★★★

www.novelsclubb.com

باب خادم

ملکہ کے کمرے کی شان ہی کچھ الگ تھی۔شفاف کھڑکی سے دور تک پھیلا پانی ہلکا نیلا اور روشن خدا کی قدرت کا ایک نظارہ تھا۔کمرے میں وہی عجیب سی بدبو پھیلی تھی جسے وہ بلبل کو ہٹانے کا ان گنت مرتبہ کہہ چکی تھی۔

فلو وقت ایک اور خوشبو سب پر غالب تھی۔الائچی اور موتیا کے پھول کی۔ مصری قہوے کا بھورا مایا کپ میں ایک پتلی دھاڑ کی مانند ڈلا آرہا تھا۔کڑوے قہوے کے ساتھ گڑ کی دو ڈلی بھی موجود تھیں۔

المیرا کی آنکھوں میں تکبر تھا اور اس چائے کی پیالی کو تھامے خادم کی نگاہوں میں تنفر۔چائے کی پیالی بناتے وہ المیرا کو دیکھنے سے حد درجہ گریزاں تھا۔

اسے دیکھتے المیرا کو ایک بات یاد آئی۔"ویسے بلبل میرا ایک سوال ہے؟"اسکے بالوں کو سنوارتی کنیز کے کان چوکنا ہوئے۔

"مشیر خاص اپنا خادم آزاد کر سکتی ہے تو میں کیوں نہیں؟"فاطر کی لاپرواہی یک دم دلچسپی میں تبدیل ہوئی۔یہ تین دن کا عذاب اگر کم ہو سکتا ہے تو فاطر اسلام ہر چیز چھوڑ کر اس عذاب کا معالجہ ڈھونڈے گا۔

"کیونکہ آپ ملکہ ہیں اور وہ مشیر۔"اسکے بالوں کو ہاتھوں میں قید کیئے بلبل کا انداز ازلی تھا۔

"جو آپکی رسائی میں ہے وہ صرف آپ تک محدود ہے۔آپ کی دسترس میں آنے کے بعد اس شے کا کوئی مستقبل نہیں۔عام رعایا کے لیئے قوانین مختلف ہیں۔"فاطر کا سارا تجسس پھونک مار کر بجھا دیا گیا۔المیرا نے اسکی بے بسی پر مسرور ہو کر دیکھا۔

"پیشانی پر کوئی بال نہ آئے بلبل۔" یہ تنبیہہ وہ اسے کل سے کر رہی تھی۔ المیرا کا ماتھا قدرے چوڑا مگر روشن تھا۔بلبل نے سر ہلاتے اسکے بالوں کا سختی سے جوڑا کیا۔"میرے ابا کہتے تھے چوڑی پیشانی روشن قسمت والوں کی ہوتی ہے۔"

خادم نے آنکھیں گھمائیں۔"بیٹی کی طرح باپ بھی خیالی پلاؤ پکانے میں ماہر لگتا ہے۔"فاطر اب ایک طرف رکھا میٹھا کاٹنے کی تیاری کرنے لگا جب دروازے پر موجود درباری کی صدا آئی۔

"وزیر خارجہ ادوب تشریف لائی ہیں۔ "

المیرا ایک دم سیدھی ہوئی، بلبل نے اسکے بالوں میں ڈوپٹہ ٹانگا اور ہاتھ ہٹا لیئے۔

وہیں دروازے کھلے اور سفید لمبی فراک والی ادوب اندر داخل ہوئی۔ تعظیم دی اور کمرے کے وسط میں قدم جمائے۔ ملکہ نے اسے کھڑکی کے ساتھ لگے کرسی میز کی طرف بلایا۔ جھکی نگاہوں میں عزت سموئے وہ آگے بڑھی اور کرسی کھینچتے بیٹھ گئی۔

تبھی فاطر نے المیرا کے سامنے اسکی چائے کی پیالی رکھی، دل تو اسکا چاہا اس پیالی میں زہر ملادے۔

نزاکت سے چائے کا گھونٹ بھرتے المیرا نے بری سی شکل بنائی۔ ''کڑوی ہے۔'' نگاہیں اٹھائیں۔ ''بلکل بنانے والے کی طرح۔'' فاطر نے پہلو میں گرائے ہاتھ بھینچ لیئے۔ المیرا اسے زچ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دے رہی تھی۔ کاش خودکشی حرام نہ ہوتی تو وہ سمندر میں کود کر جان دے دیتا مگر اس عورت کے سامنے اپنی عزت نہ گنواتا۔

فاطر نے شکر کی ڈلی اٹھاتے اسکی پیالی میں ڈالی۔ تبھی ملکہ ماہ کھنکاری اور سر پر کھڑی بلبل کو دیکھا۔ ''تم جا سکتی ہو پیاری۔'' بلبل ٹس سے مس نہ ہوئی۔ ''مجھے ماہ نگار نے۔۔۔''

''جانتی ہوں، جانتی ہوں۔ میری نگرانی کرنی ہے کہیں مجھے کوئی جیب میں ڈال کر بھاگ نہ جائے ہاتھ فضا میں ہلاتے اس کی بات کاٹی۔ ''بے فکر ہو جاؤ میرے ساتھ ادوب ہے نا۔ اگر مجھے کچھ بھی ہوا تو تلوار سیدھا اسکی گردن پر پھیر نا۔ کیوں آنستہ؟'' ملکہ کے مخاطب کرنے پر بھی چھوٹے بالوں والی عورت نے سر نہ اٹھایا۔

''میں آپ کی وفادار ہوں ملکہ!'' المیرا نے جتاتی نگاہیں اٹھا کر بلبل کو دیکھا۔ کنیز دو قدم پیچھے ہوئی اور تعظیم دیتی دروازہ کی جانب پلٹ گئی۔

وہاں فاطر اسکے کپ میں تیسری شکر کی ڈلی ڈال چکا تھا۔

''آپ نے مجھے بلایا تھا ملکہ؟'' ادوب نے انگریزی میں پوچھا۔

"پہلے نگاہیں ملا کر سوال کرو۔مجھے اپنی سلطنت میں بہادری چاہیے بزدلی نہیں۔" کرسی پر پیچھے ہوتے اس نے دونوں ہاتھ ہتھے پر رکھے،ٹانگ پر ٹانگ چڑھائی۔لمبا نارنجی ڈوپٹہ کرسی سے نیچے بہتا چلا گیا۔

حکم کی تعمیل کرتے وزیر خارجہ نے اپنی مالکن سے نگاہ ملائی۔وہاں خود مختاری اور ذہانت تھی۔المیرا زیر لب مسکرائی۔

"تم نے دفتر کب سنبھالا تھا؟" فاطر اب چائے بنا کر ایک طرف کھڑا ہو گیا۔

"خادم خاص میری مہمان کی چائے؟" المیرا کا اشارہ۔

"میں آپ کا خادم ہوں ملکہ،آپ کے کام کرونگا۔" سیدھ میں دیکھتے کہا۔المیرا ایک مرتبہ پھر اسکی چٹان جیسی سختی پر جبر کر کے رہ گئی۔

"میں نے دفتر تین ماہ پہلے انتشار کے دوران سنبھالا تھا۔" کھنکارتے ہوئے متوجہ کیا۔ "پرانی وزیر کے قتل کے بعد یہ مقام مجھے ملا۔" المیرا ابھی بھی مکمل وسوق سے اپنے خادم کو گھورنے میں صرف تھی۔

ادوب نے دونوں کو ایک نظر دیکھا اور موضوع تبدیل کرنے کی کامیاب کوشش کی۔ "کیا کچھ ہوا ہے ملکہ؟ آپ نے غالباً مجھے صرف یہ جاننے کے لیئے تو نہیں بلایا ہو گا۔"

فاطر پر ایک سو ایک دفعہ لعنت بھیجتے وہ میز پر آگے آئی۔ جلا دینے والی مسکان لوٹ چکی تھی۔

www.novelsclubb.com

"کیا میری بہن کو تم سے کوئی خار ہے؟" ادوب کی آنکھوں میں جھانکتے اس نے فاطر کو کھانا پیش کرنے کا اشارہ کیا۔

مہمان اپنی جگہ کچھ الجھی اور یہیں المیرا نے اپنا اگلا مہرہ چلایا۔ "بے فکر رہو میں یہ سب اپنی لاعلمی کے ہاتھوں مجبور ہو کر پوچھ رہی ہوں۔ میں اگر سلطنت میں باقی

افراد کے ساتھ تعین نہیں کرونگی اور بس ایک مشیر کی ہر بات پر اندھا اعتماد کرتے چلونگی تو لوگوں کے دل کیسے ملکہ کے نام ہونگے؟" اسکی وضاحت پر عورت کچھ مطمئن ہوئی اور ہلکا سا مسکرائی۔ فاطر نے کنافہ سجاتے چھری کانٹا ایک طرف رکھا۔

"دراصل۔۔۔۔" ادوب کے سامنے میٹھا سجاتے وقت اس نے ہاتھ کے اشارہ سے فاطر کو روک دیا۔ "میں مصر پڑھائی کی غرض سے آئی تھی۔ کب جنگ چھڑی، حملے ہوئے اور میری قسمت مجھے یہاں تک لے آئی یقین کرنا غیر معمولی ہے۔" فاطر کے کان ناچاہتے ہوئے بھی اس عورت کے اگلے الفاظ کے منتظر ہوئے۔

"تمہارا تعلق کہاں سے ہے؟" کنافہ کا ایک نوالہ منہ میں ڈالا۔ شہد اور پستہ کا زائقہ زبان میں گھل گیا۔

www.novelsclubb.com

"لبنان!" المیرا نے رومال سے ہونٹ تھپتھپائے۔ "زیرک اور زہین لگتی ہو!" ادوب مروتاً مسکرائی۔

"شکریہ ملکہ۔" المیرا نے ایک اور نوالہ زبان پر رکھا۔

"میرے آنے سے پہلے یہاں کیا ہوا تھا؟" غیر متوقع سوال وزیر کی مسکان پھیکی کر گیا۔ اس سب میں فاطر بس ایک خاموش سامع بنا سست روی سے المیرا کا کھلا بستر سمیٹ رہا تھا۔

"جنگ چھڑنے کے بعد اگر میں لاپتہ ہو گئی تھی تو تم لوگوں نے نظام کیسے سنبھالا؟" فاطر ادوب کی ہر بات میں چھپا معنی ڈھونڈ رہا تھا۔ ایک بات تہہ تھی وہ آدمی اس کائنات کی حقیقت کے آگے خاموش نہیں ہو گا۔

"ہم ابتدائی طور پر تین جہاز تھے۔ ایک پر حملہ ہو گیا دوسرا اتوں رات ڈوب گیا۔ جو یہاں بچے ہیں وہی کل عوام ہیں۔"

"اگر میں تمہیں مشیر خاص بنادوں۔۔۔تو؟" رومال اٹھاتے ہوئے اسکی چالاک نگاہوں نے ادوب کا بے حرکت ہوتا وجود بہت غور سے دیکھا۔وہ عورت یوں سن ہوئی جیسے بہترین کی پیشکش نہیں بدتین کی سزا سنائی ہو۔

"میں ماہ نگار کے مقام جتنی قابلیت نہیں رکھتی۔" قدرے توقف سے سنبھلتے اس نے نظرے جھکائیں، لہجہ بے لچک تھا یوں جیسے وہ اپنے رتبہ سے مطمئن ہے۔

"لیکن تمہارے ارادے اور عزائم قانون اور اصول کے پابند نہیں۔مجھے اپنے گرد نئے نظریات والے لوگ چاہیں۔پرانی سوچ کو لات مارو یار۔" فاطر نے زیر لب ہنکار بھری، آئی بڑی قانون دان۔

"جی؟" المیرا نے کرسی کھینچتے میز کے قریب کی۔اب وہ سرگوشی کرنے کی مکمل تیاری کر چکی تھی۔

www.novelsclubb.com

"میرا مطلب۔۔۔۔" المیرا کی سرگوشی پر ادوب کان جھکاتے نیچے ہوئی۔"

نگار شان و شوکت دیکھ رہی ہے اور اس وقت ہمیں شان نہیں مقام چاہیے۔ مجھے تمہارا یمن کے حق میں دی گئی رائے قابلِ ترجیح لگی ہے۔"

"ماہ نگار اپنی جگہ درست ہیں۔" مشیر کی لاڈلی نے فوراً اس کا دفاع کیا۔ المیرا نے اندر ہی اندر اسکے انکار پر پہلو بدلا۔

"ہم درست نہیں ہم مفید کو دیکھ رہے ہیں۔" وزیرِ خارجہ کی سرخ بھونیں آنکھوں سے جا لگیں۔ ملکہ ماہِ کی نگاہوں میں ارادوں کی مضبوطی کا عکس تھا جبکہ دور کھڑے خادم خاص کے بھورے چہرے پر کوفت اور ہاتھ کسی بھی وقت اپنی ملکہ کی گردن دبوچنے کو چوکنا تھے۔

ادوب کچھ سوچتے ہوئے پیچھے ہوئی۔ یہ تاثر المیرا کو کسی سبز جھنڈی سے کم نہ لگا۔

"تو اپنی ملکہ نو ہونرے جاندری نئ اے ادوب بی بی۔"

(”تم ابھی اپنی ملکہ کو جانتی نہیں ہو ادوب بی بی۔“)

★

محفل برخاست ہوئی، ملکہ کی سازشیں تمام ہوئیں اور تبھی خادم کو وہاں سے نکلنے کی اجازت دی گئی۔ الحمدللہ!

سنہری دروازے سے وہ ایک طباق (ٹرے) گھسیٹتا باہر کو نکلا۔ چہرے کے تاثرات ہمیشہ کی طرح نحوست اور نفرت کے نام پر قربان۔

فاطر اسلام تو اس بیہودہ قید سے رہائی کے دن گن رہا تھا۔ دو دن اور پھر وہ، گل اور دبیر واپس اپنے اپنے گھروں میں آرام کریں گیں۔ یہ المیرا جائے تیل لینے۔

طباق کے پہیوں کی عجیب سی آواز راہداری میں گزرتے لوگوں کی باتوں میں واضح تھی۔ دفعتاً دو پاؤں راستے میں آئے تو طباق روکتے فاطر نے سر اٹھایا۔

دو رنگی آنکھوں والا ھبتہ اللہ پیٹھ پر ہاتھ باندھے غرور سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"کیسے ہو خادم خاص؟" فاطر نے پوری ہٹ دھرمی کے ساتھ آنکھیں ملائیں اور دوسری طرف سے طباق نکالتے آگے بڑھ گیا۔ حبتہ اللہ اپنی تضحیک پر ہکا بکا رہ گیا۔

"ماہ نگار جی نے تمہیں اپنے حجرہ میں بلایا ہے۔ چلو میرے پیچھے۔" راستے کے بیچ میں آتے اس نے فاطر کو پیچھے آنے کا ازارہ کیا۔ غصہ ضبط کرنے پر اسکی گرفت طباق پر مضبوط ہوئی۔ اگر اسے گل سے کیئے معاہدے کی فکر نہ ہوتی تو اب تک یہ کھانے کی ٹرالی اس آدمی کے سر پر الٹ چکی ہوتی۔

کچھ دیر کے کڑوے گھونٹ اور وقفہ

www.novelsclubb.com

ماہ نگار کا کمرہ سمندری سبز رنگ اور بھوری لکڑی پر بنا تھا۔ جہاں ایک طرف کو سنہرا بستر اور دوسری طرف اونچائی پر بنا تخت کمرے کا زیور تھے۔ ایک غلام اور کنیز ایک کونے کی صفائی میں مشغول تھے جبکہ حبتہ اللہ اپنی مالکن کو تعظیم دینے میں۔

فاطر جھکا نہیں، اکڑ کر سینے پر بازو باندھے وہ کمرے کا جائزہ لینے لگا۔

ماہ نگار کو اسکی بے باکی چبھی ضرور مگر وہ المیرا تھوڑا تھی جو برداشت آزماتی۔

"خادم خاص عرف جاسوس؟" ساتھ رکھے مرتبان سے سیب کی کٹی کاش اٹھائی۔ زیورات کی بھرمار اتنی کے ہر ادا پر شور اٹھے۔

فاطر نے جواب نہ دیا۔ "نام کیا ہے تمہارا؟" ("آخر کار ایک اور آدھا دن بعد انھیں میرا نام پوچھنے کا خیال آ ہی گیا۔" زہریلی مسکان کو ہونٹوں پر پھیلنے سے روکا۔)

"فاطر اسلام۔" ٹھنڈا لہجہ اور گھورتی نگاہیں اپنی مالکن کی بہن پر جمی تھیں۔

"لیبیا میں کیا کرتے تھے؟" کاش کترتے سوال۔

"میں لیبیا سے نہیں مصر سے ہوں۔" نگار کے بجائے ھبتہ اللہ کی کھلکلاہٹ گونجی۔

"مصر سے ہو گے مگر ہم نے تمہیں لبیا سے برآمد کیا ہے۔" فاطر کی آنکھیں چھوٹی ہوئیں۔اسے اپنے سوالات کے جواب چاہیئے تھے۔اس سے اچھا موقع پھر کہاں میسر ہو گا۔

"میں جاننا چاہتا ہوں یہ سب کیا ہے؟ المیرا ملکہ۔۔"

"ملکہ ماہ بولو۔" نگار نے غصہ سے کہا۔

"ملکہ کیسے بنی۔کونسا جاسوس اور کیسی قید؟" فاطر اسلام نے حکم کو اَن سنا کر دیا۔

ماہ نگار اپنے تخت سے اٹھتے چھوٹے قدم لیتی سیڑھیوں کا سفر کرنے لگی۔"ہماری ملکہ کو قید تم نے کیا۔وہ وہاں سے آزاد ہو کر واپس آئیں اور ساتھ تم دونوں بھی تھے۔"

"اس بات سے یہ ثابت کیسے ہوا میں لبیائی ہوں۔" نگار ہونٹ کا کنارہ اٹھاتے مسکرائی۔

"کیونکہ مصر میں کوئی مرد ایسا نہیں جو کشتی چلانا جانتا ہو۔" کمرے میں طویل خاموشی چھا گئی۔ کچھ دیر کو تو فاطر بھی بھونچکا رہ گیا۔ یہ کیسا نظام تھا؟

"ملکہ کا کہنا ہے تم وہ سپاہی ہو جو ان کی نگرانی کرتا تھا، ان کی محافظ وہ سپاہی تھی جو مرحم پٹی کے لیئے منتخب تھی اور منصف اعلی لبیا میں ایک عام ملاح۔ بھاگنے کے بعد تمہیں انہوں نے اپنی محافظ کی مدد سے مجبور کیا کے تم انھیں مصر تک چھوڑ کر آؤ۔" ماہِ نگار نے ایک مرتبہ ابتداد وبارہ کی۔ فاطر کی کان کی لو تک دہک اٹھی۔

"بکواس کر رہی ہے وہ۔" بے قابو ہوتا غصہ لہجہ سے جھلکنے لگا۔

"تم چاہتے ہو ہم تم سے جاسوس ہونے کا لقب ہٹا دیں؟" فاطر نے کھڑے کھڑے پہلو بدلا۔

"تم سب جھوٹے ہو۔ نجانے کون سی مہنگی چرس پی کر ریاست ریاست کھیل رہے ہو۔" نگار نے اپنے ملازمین کو اشارہ سے پھلوں کی تھال قریب لانے کا کہا۔

"ہم تمہاری آسانی کے لیئے تمہیں آزاد کر دیں گے اگر تم ہماری مدد کرو۔" سیب کا ٹکرا دانتوں سے کاٹتے وہ فاطر کی ابتر ہوتی حالت سے لاتعلق تھی۔

"میں کاذبین کے ساتھ ہاتھ نہیں ملاتا۔" ہاتھ کے اشارے سے ملازم کو دور بھیجا اور دوبارہ تخت کی جانب قدم بڑھائے۔

"اندر کیا ہوا تھا۔۔ ملکہ نے ادوب کو کیوں بلایا؟" تخت پر سجتے ہاتھوں کی انگلیاں تاج پر پھیری۔ فاطر نے حقارت سے گردن موڑلی۔ اس کا اشتعال ہر اگلے لمحے بڑھ رہا تھا۔

"تم عورتوں کی ٹو لینے والی عادت مقام ملنے کے بعد بھی نہیں جاتی۔" آدھے چہرے کو ہاتھ سے ڈھکتے طنز کرتے وہ خود بھی ہنس پڑا۔ نگار البتہ ابھی بھی عدم دلچسپی سے سامنے کھڑے انسان کو دیکھ رہی تھی۔

"ہمیں جواب چاہیے خادم خاص.....طنز نہیں۔"

"میرے ڈیڈی نے سکھایا ہے ادھر کی بات ادھر نہ کرنا۔ جاؤ جا کر پوچھو اپنی ملکہ سے کیوں بلایا تھا اس وزیر کو۔" آگے بھی فاطر تھا، لگی لپٹی کو کچرے میں پھینک کر سیدھا مدعے کی بات کرنے والا۔

چہرہ پھیرتے اس نے تاج پر لگے نگینوں کو انگلیوں سے چھوا۔ "تم اگر ہمارے ساتھ ہاتھ ملالو تو تمہارے راستے میں پھول ہم بچھائے گیں۔" نگار کی آنکھوں میں لگی آگ فاطر کی ناگواری کم نہ کر سکی۔

"مطلب المیرا کو دھوکہ دوں۔"

"ملکہ ماہ بولو بے ادب۔" ھبتہ اللہ نے اسے جھڑکا تو نگار نے ہاتھ اٹھا کر اپنے ملازم کو ٹوک دیا۔ "میری مخبری میں آجاؤ۔ ملکہ ماہ کی ہر ایک حرکت، فیصلہ حتی کے عادات اور خواہشات تک کی مجھے آگاہی دو۔ ہم تمہاری سزا گھٹا سکتے ہیں۔ یہ

www.novelsclubb.com

اس مشیر کا وعدہ ہے۔" فاطر نے اسکی بات ختم ہونے کا انتظار کیا۔ بے اعتباری اور بوریت سے ھبتہ اللہ کو دیکھا اور پھر نگار کو۔ بھنویں بھینچ لیں۔

"اول مجھے تم لوگوں کا اعتبار نہیں۔ دوئم مجھے تم لوگوں میں دلچسپی نہیں اور سوئم (تیسری انگلی بھی بلند کی) میں دشمنی میں بھی منافقت نہیں کرتا۔" نیلی اور سیاہ آنکھیں اس پورے دورانیہ میں پہلی مرتبہ حیرت زدہ ہوئیں، شاید دھچکا غیر یقینی تھا۔

"تم مشیر خاص کو انکار کر رہے ہو؟" سوال نگار کا نہیں نگار کے ملازم کی طرف سے آیا۔ فاطر نے ایک بے خوف نگاہ اس پر ڈالی۔ ھبتہ اللہ نے لبوں کو بھینچتے اپنی مالکن کو دیکھا۔ مالکن جو بے تاثر تھی۔ ہاتھ سختی سے ہتھے کو تھامے تھے اور گردن ناپسندیدگی سے اکڑی تھی۔

مالکن اور غلام نے آنکھوں ہی آنکھوں میں تبادلہ کیئے جس سے وہ خادم تھوڑی دیر تک آشنا ہو جائے گا۔

★

طاقت بڑی یا بہادری؟

فاطر اسلام کی حالت تو پھر بھی پتلی ہو چکی تھی۔ منظر اب کچھ ایسا تھا۔ شڑاپ شڑاپ کی اونچی آوازیں اور سیڑھیوں پر گھٹنوں کی مدد سے بیٹھا فاطر اسلام۔ وہ پوچا لگاتا اور جہاں کہیں کوتاہی ہوتی پیچھے کھڑی سپاہی کا ہنٹر وہیں بلند ہوتا اور اس کے پاؤں کی جلد کھرچ دیتا۔

ایک اونچی کراہ، زیر لب کچھ گالیاں اور فوراً سے ہاتھوں میں جوش آتا جو کندھے درد کا باعث بن چکا تھا۔

www.novelsclubb.com

کہاں وہ آدمی پانی کا ایک گلاس اٹھ کر پینا بوجھ سمجھتا تھا اور اب کہاں وہ ایک بحری جہاز کی سیڑھیاں رگڑ رگڑ کر صاف کر رہا تھا۔

"ماہ نگار جی نے کہا ہے یہ صاف کر کے تم نے فرش دھونا ہے۔" امبر آنکھیں کراہت سے پھیلی اور گردن پھیر کے پیچھے کھڑے ھبتہ اللہ پر ٹھہریں۔

اِن لوگوں کو بناتے وقت ترس کے خزانے ختم ہو گئے تھے کیا؟

"گھور کیا رہے ہو ہاتھ چلاؤ۔" تنے جبڑے اور کپڑے پر ہوتی سخت گرفت اس کی اندرونی خلش کی روداد سنا رہی تھی، کوئی پڑھے تب نا۔

اس نے جب گھورنا نہ چھوڑا تو سپاہی نے ہنٹر ایک بار پھر بلند کیا اور زور سے اس کے برہنہ پیر پر مارا۔ فاطر کی سسکی بلند ہوئی جو اس نے لب دباتے برداشت کی۔

آنکھوں کے سامنے کا منظر دیکھنے کے قابل نہ تھا۔ ایک طرف پانی کی بالٹی۔ ہاتھ میں تھاما گندہ کپڑا اور زخمی انگلیاں۔

یہاں سے نکلتے ہی وہ ان سب پر انسانی حقوق کی خلاف ورزی کا پرچہ کٹوائے گا۔

تیزی سے رگڑتے اس نے قدم نیچے والے زینہ کی طرف بڑھائے۔ کپڑا پانی میں ڈالا نچوڑا اور شڑاپ، سیڑھیوں پر مارا۔ اس سے اٹھتے پانی کے چھینٹیں سامنے سے آتے سرخ لباس کے دامن پر پڑیں۔

"کیا کر رہے ہو، دکھائی نہیں دیتا۔" چاندی فوراً سے آگے آئی اور اپنی شہزادی کو پیچھے کیا۔ فاطر نے سر اٹھایا۔

سیڑھیوں کی بلندی سے آتی روشنی میں ایک لڑکی کا وجود تھا۔ بھوری جلد اور بھوری نگاہیں۔ موٹی چٹیا میں لٹکتی سونے کی زنجیریں اور لمبا سرخ کامدار گھیرا۔

وہ لڑکی اپنے لباس کے دامن کو دیکھ رہی تھی۔ فاطر نے اسے نظر انداز کیا اور اگلی سیڑھی کی صاف صفائی میں لگ گیا۔

"یہ خادم خاص ہے؟" شہزادی عبیل نے نیچے کی طرف بڑھتے حبتہ اللہ سے سوال کیا۔ فاطر کے کان یک دم کھڑے ہو گئے۔

"ماہ نگار نے اسے سزا دی ہے۔"

"اسے تو صرف ملکہ سزا نہیں دے سکتیں۔" عبیل کی آنکھیں چھوٹی ہوئیں۔ فاطر کو نصیب میں کہیں آزادی کی راہ بنتی دکھی۔

"یہ خادم بعد میں جاسوس پہلے ہے۔"

"مگر اولین صفت تو خدمت گزاری ہے۔اس سے پہلے تو کچھ نہیں آتا۔" حبتہ اللہ جھکی نظروں سے اس خوبصورت شہزادی کے سامنے کھڑا تھا۔

فاطر نے گردن پھیری اور تبھی چمکتی ہوئیں وہ بھوری نگاہیں اس سے جا ملیں۔ عبیل مسکرائی، فاطر نے چہرہ پھیرتے آخری سیڑھی پر کپڑا مارا اور کھڑا ہوا۔ پاؤں کی ایڑھی سرخ ہو چکی تھی۔

"نام کیا ہے تمہارا؟" فاصلے پر کھڑی اپسرا کا سوال۔ سنجیدہ تاثرات اور بھوری رنگت والا آدمی خاموش رہا۔اپنے گیلے ہاتھوں کو کیفکتہ سے صاف کیا۔ "بول نہیں سکتے یا سماعت سے محروم ہو۔" اس بار اس نے گہری نگاہیں بس اٹھائیں۔ کچھ تھا ان مڑی پلکوں کی سنجیدگی میں کے عبیل ایک لمحے کے لیئے کچھ اور سوچ نہ سکی، نظریں کہیں اور پھیر نہ سکی۔ مضبوطی سے بندھے ہاتھ خود بخود ڈھیلے ہو گئے۔

"شہزادی نے سوال کیا ہے؟" ساتھ آئی کنیز بولی۔

''میں جواب دہ نہیں۔'' بالٹی اٹھاتے اس کے کرتے کے کف مڑے تھے۔ ''اب اگلی سزا کہاں کاٹنی ہے؟''ھبتہ اللہ کو دیکھتے طنز کیا۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں وہ یہ جتا چکا تھا کہ ''ایک دن میرا بھی آئے گا''۔

چھوٹے قد اور زیرک نگاہوں والا وہ مرد غلام کو لیتے وور جارہا تھا۔ غور کرو تو فاطر کی چال میں لڑکھڑاہٹ تھی اور دور کھڑی عبیل کی نظروں میں ستائش۔

اسے پھڑکنے کے لیئے ایک اور پنچھی مل چکا تھا۔ اب لبوں پر مسکان نہ آتی تو یہ ناشکری ہوتی۔

★

www.novelsclubb.com

معاہدے کے ابتدائی چوبیس گھنٹے تمام ہوئے اور اپنی تہہ شدہ بات کے مطابق وہ تمام منصف اعلی کے شکوہ گاہ میں جمع تھے۔

"مگر یہ سب ثابت نہیں کرتا کے ہم اپنی ہی دنیا میں ہیں۔" یہ جھلایا ہوا لہجہ اور کسی کا نہیں ہماری نیلی آنکھوں والی ترک گل جان کا تھا جو دبیر کے ساتھ بیٹھی فاطر کی ڈھٹائی پر سر پیٹنے سے کچھ ہی دور تھی۔

"المیرا نے اس نارنجی بالوں والی لڑکی کو بلایا تھا، المیرا اس نے کیا کہا تھا؟" نیچے بیٹھے فاطر نے پیچھے دروازے کے ساتھ کھڑی عورت کو مخاطب کیا۔ وسیع پیشانی پر اپنا نام سن کر ناگوار سلوٹیں نمایاں ہوئیں۔

"یہی کے مصر میں ہونے والی جنگ۔۔۔۔"

"جنگ میں وہ ایک طالبہ تھی جو یہاں آگئی۔" گل نے بے صبری سے المیرا کی بات کاٹی۔ یہ قصہ وہ تیسری مرتبہ سن چکی تھی۔ "اور اس بات سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کے ہم متوازی دنیا میں نہیں ہے۔" ان کی یہ بحث پچھلے آدھے گھنٹے سے جاری تھی اور ابھی تک دلائل کا پلڑہ گل جان کا بھاری تھا۔

دبیر البتہ خاموشی سے بس ان دونوں کو دیکھ ہی رہا تھا۔ ”مجھے یہ ثابت کرنا بھی نہیں مجھے بس یہاں سے نکلنا ہے۔“ گل کا چہرہ یوں تھا جیسے کسی نے اس سے کہا ہوں تمہاری زندگی کے پچھلے تیئس سال فالتو تھے۔

سارا مسئلہ ہی یہاں سے شروع ہوا تھا کے فاطر صاحب کو دنیا کا یقین نہیں ہے اور یہ تو بھائی کوئی اور ہی گیت سنا رہے تھے۔

اس کی بائیں آنکھ پھڑکتا دیکھ کر المیرا شیطانی انداز میں مسکرائی اور فاطر کی طرف جھکی۔ ”کوئی بات نہیں تم بوڑھے ہو رہے ہو باتیں بھول جایا کرتی ہیں۔“

فاطر اسلام نے اسے کچا چبا جانے والے انداز میں کندھے کے پار سے دیکھا۔

”فاطر سر آپ کہنا کیا چاہ رہے ہیں؟“ اب گل بچاری کی بس ہو چکی تھی سو سر کو ہاتھوں میں گراتے ہار مان لی۔

”مجھے یہاں سے نکلنا ہے۔“

"اچھا اور وہ کیسے؟" جلے بھنے انداز میں آبر واچکائی۔

"مانتی تو ہو نا ہم نکل سکتے ہیں۔" اتنی سی بات اور اس آدمی کے جبڑے غصہ سے تنے۔

"پہلے آپ بتائیں، آپ مانتے ہیں ہم اپنی دنیا میں نہیں ہیں۔"

"دنیا ہماری ہے، جگہ ہماری نہیں۔" اسکا لہجہ اسکے عزائم کی طرح ٹھوس تھا۔ گل نے حملہ کرنے والے انداز میں ہاتھ اٹھائے۔

المیرا نے ایک اونچا قہقہ لگایا۔ فاطر اسے جواب نہیں دے گا۔ یہ عورت وقت کا ضیاء تھی۔

www.novelsclubb.com

"اچھا۔۔۔ جگہ کونسی ہے؟" وہ اسکو اسی کے طریقہ سے ہرائے گی۔ فاطر کچھ لمحات انھیں نیلی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔

"کوئی ریاست ہو گی، آئی ڈونٹ نو۔"

"کیا آپ کی دنیا میں ایسی کوئی ریاست ہے؟" دبیر گال پر ہتھیلی ٹکائے اسے بولتا دیکھ رہا تھا۔ وہ واقعی سپہ سالار لگتی تھی۔

"ہماری دنیا میں کافی کچھ نامعلوم ہے۔" اس نے لبوں کو بھینچا۔ المیر الطف اندوز ہو رہی تھی۔

"اچھا چلو مان لیا ہماری ہی دنیا ہے۔ اگلا سوال۔۔ ہم یہاں کیسے آئے؟" فاطر کی آنکھوں میں یک دم کوئی جگنو چمکے۔

"یہی تو جاننا ہے۔" اسے لگا گل آخر کار اسکی بات سمجھ رہی ہے۔

"گریٹ! اور آپ نے کتنی تحقیق کی ہے اس پر۔" فاطر بولنے کے لیئے فور آگے آیا، لب جدا کیئے اور تبھی احساس ہوا.....اسکے پاس تو بولنے کو کچھ نہیں۔ اسے جو نگار نے کہا تھا وہ کسی کشتی کے ذریعہ آیا ہے مگر اسے اچھے سے یاد تھا آخری مرتبہ وہ اس تاج والے کمرے میں تھے۔

"دبیر تم!" غیر دلچسپ بھوری نگاہیں اس تک اٹھیں۔ "تم نے اس دن ہمیں وہاں کیوں بلایا تھا؟" دبیر کے چہرہ بے تاثر رہا۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا یا سنائی نہیں دیا۔

"قاتل کے متعلق ایک ثبوت دینا تھا۔" ٹھنڈا برفیلا لہجہ۔ المیرا بالوں کے کنارے سے کھیلتی خاموشی سے سب دیکھ رہی تھی۔

ان دونوں کے چہرے پر سوال دیکھتے منصف نے گہری سانس خارج کی اور آگے آیا۔ "سینڈی کا قاتل کوئی مرد ہے۔" پانی پر سفر کرتے اس چھوٹے سے کمرے میں ہوتی گفتگو میں وقفہ آیا۔ وقفہ طویل ہوتا گیا اور اسی طوالت میں ملکہ نے بولنے کا موقع غنیمت جانا۔

www.novelsclubb.com

"ہم یہاں مچھر مارنے آئیں ہیں یا مچھلیاں پکڑنے؟" بڑی ہی معصومیت سے وہ ان سب کو دوبارہ موضوع پر لے آئی۔ "اپنی اپنی رائے دو۔"

"دبیر نے جو دلائل اس دن ہمارے سامنے رکھے تھے اس کے مطابق اب ہم اپنی کائنات سے دور آچکے ہیں۔" تصدیق کے لیئے فاطر اسلام کا چہرہ دیکھا جس نے

اسے بس بولتے رہنے کا کہا۔"اور فاطر سر آپ کی باتوں کو سامنے رکھتے ہم یہاں سے نکل سکتے ہیں، رائٹ؟"

"اور تم؟ تم کیا مانتی ہو؟" فاطر کے سوال پر گل نے باری باری تینوں کا چہرہ دیکھا۔ خشک لبوں پر زبان پھیرتے اس نے عینک درست کی۔

"اگر میری بہن یہاں آئی ہے تو میں اسے لے کر ہی یہاں سے جاؤنگی۔"

"اور اگر وہ یہاں نہ ہوئی تو؟" سوال فاطر کی طرف سے اٹھایا گیا۔

ایک طرف کو بنے روشن دان سے نکلتی چاندنی میز کے عین وسط میں گول دائرہ بنا رہی تھی۔ اس دائرہ کو تکتے وہ خاموش رہی۔ فاطر کے سوال پر وہ سوچ کر خود کو تھمائی کچی ڈور کو مزید کمزور نہیں کر سکتی تھی۔

"ساری باتیں چھوڑو،(المیرا اپنی جگہ چھوڑتے اب فاطر سے فاصلے پر آکر بیٹھ گئی)اب بتاؤ یہاں سے نکلنا کیسے ہے؟"کمرے کی فضا اب بحث سے نکلتے حکمت عملی کے درجہ پر آچکی تھی۔

"دبیر.....نقشہ؟"فاطر نے جہاں ہاتھ بڑھایا وہیں دبیر نے تہہ شدہ کاغذ ہتھیلی پر رکھ دیا۔

کاغذ کھولتے اس نے میز پر جونہی پھلایا سب کا سانس حلق میں تھم سا گیا۔کاغذ وہی تھا۔نقشہ نئی سیاہی اور صاف قلم سے تازہ کیا گیا تھا۔اور صرف تازہ ہی نہیں کہیں مدھم ہوئے کناروں کو دبیر نے دوبارہ سے بنایا بھی تھا۔

پہلے سے بہتر اور صاف صفائی سے۔

"یہ تم نے کیا ہے؟"گل کا تعریفی لہجہ جس پر دبیر نے محض گردن ہلادی۔

www.novelsclubb.com

اب ذرا فاطر المیرا کی طرف آؤ۔(گل دبیر پر اب تعریف کے نئے پہاڑ توڑ رہی تھی)۔

ہونٹوں کو ایک دوسرے سے سختی سے جوڑے فاطر کا مکمل دھیان نقشہ کو سمجھنے میں تھا۔

"اتنا غور سے دیکھنے پر تم سیدھا اپنے گھر تک نہیں پہنچ جاؤ گے۔" کندھے کے اوپر سے دی گئی المیرا کی حسین رائے۔فاطر نے گردن ذرہ سی پھیرتے ایک آبرو اٹھائی۔المیرا نے جواباً پلیکیں جھپکاتے معصومیت کے سارے ریکارڈ توڑ دیئے۔

"یہ اس طرف (فاطر نے ایک کونے میں انگلی) نچلا عرشہ۔یہاں ایک ساتھ تین چار چھوٹی کشتیاں ہر وقت موجود رہتی ہیں۔" وہ کسی دانشمند کپتان کی طرح اب انھیں سمجھا رہا تھا۔

"ہم ان میں سے ایک لے کر واپس لیبیا تک کا سفر کریں گیں۔بقول المیرا کی جھوٹی بہن کے ہم تینوں لیبیا سے ہیں۔میں وہاں جا کر با آسانی یہ کہہ سکتا ہوں مجھے

یرغمال بنا کر لے جایا گیا تھا۔رہی بات دبیر کی وہ عام سا ملاح ہے اور گل تم۔۔۔"انگلی آخر میں اس گولڈن گرل پر ٹھہری۔

"تم ایک غدار۔"ڈرمائی انداز میں ہاتھ پھیلاتے المیرا نے قہقہ لگایا۔فاطر بس اسے ناگواری سے دیکھتے سر دائیں بائیں ہلاتا رہ گیا۔کس سنجیدگی سے فارغ عورت کو ملک کا نظام تھما دیا ہے۔

"لیبیا پہنچ کر پہلے ہم تینوں جانیں گے ہم یہاں کون ہیں،ہمارے خاندان، ہمارے مقام اور ہماری قسمت۔"کاغذ کو دوبارہ تہہ لگاتے اس نے تینوں کو باری باری دیکھا۔دبیر اور گل نے تو اسکے ارادے کی تعید کی بس ایک وہ جو فتنہ پاس بیٹھی تھی اسی کی ہامی کا انتظار تھا۔

المیرا مسکراتے ہوئے فاطر کو دیکھ رہی تھی۔مصری مرد نے گہری سانس خارج کرتے پیشانی مسلی۔

"کیا سوال ہے اب؟" بیزاری ہی بیزاری تھی۔المیرا ایک دم گھٹنوں کے پل بیٹھی۔

"میں تو ساتھ نہیں جاؤ نگی نا؟" وہ شاید فاطر سے منت سماجت کی امید رکھ رہی تھی۔

"خدا کا شکر ہے۔" اور شاید فاطر اسکی شرمندگی کا منتظر تھا۔

دونوں فریقین کے اندازے ہوئے بے جا کیونکہ جہاں فاطر نے جان چھروانے والے انداز میں شکر کیا وہیں المیرا تیزی سے یک دم بھڑک اٹھی۔

"ناخن گن کر نکالوانے ہیں یا سیدھا سر قلم کروانے کے موڈ میں ہو۔" وہ جو بڑی سی بڑی بات ہنس کر پی جاتی تھی فاطر کا ایک غیر متوقع جواب اسے کچی مرچیں چبانے پر مجبور کر دیتا تھا۔

"فلحال میں تم سے جان چھڑوانے کا خواہش مند ہوں۔" نقشہ بغل میں پھنساتے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"میری خدمت میں آتے تمہیں یہ سوچنا چاہیئے تھا کے یہ وقتی سزا نہیں عمر قید ہے۔" دروازہ کھولتے فاطر کے پیچھے کھڑے ہوتے اس نے طنز کیا۔

"یا خدا اس عمر قید سے تو موت بہتر ہے۔" آسمان کی طرف منہ کرتے اس نے اونچی دہائی دی اور دروازہ سے باہر نکل گیا۔ المیرا نے بہت مشکل سے خود کو اس کا منہ نوچنے سے روکا اور پیچھے پیچھے نکل گئی۔

"تمہیں میں دلواتی ہوں نا آسان موت۔" بند ہوتے دروازے سے بس یہ آخری جملہ سنائی دیا۔ گل اور دبیر دونوں جانتے تھے ان دونوں نے ایک دوسری کی ٹانگ کھینچنا تب تک نہیں روکنا جب تک وہ اپنے اپنے کمروں میں نہیں چلے جاتے۔ یہ تو شاید پھر بھی ایک خوش فہمی تھی۔ المیرا اور فاطر اگر قبرستان میں بھی آس پاس

دفن ہوتے تو شاید اپنی اپنی قبر میں بیٹھ کر ایک دوسرے کو طعنے کستے کستے موت کے فرشتہ کا انتظار کرتے۔

اب اس کمرے میں بس وہ دو ہمدرد تھے اور چاندنی کا بنتا گول دائرہ۔ گہری سانس لیتے گل نے چہرہ اٹھاتے کندھے جھکا دیئے۔

"ایک کو جلنا آتا تھا، تو دوسرے کو جلانا۔" مدھم لہجہ مگر تھکن آلود انداز۔

"a match made in hell" اسکے جملہ میں اضافہ کرتے دبیر ساکت نگاہوں سے دروازے کو ہی دیکھ رہا تھا۔

کیا وہ واقعی یہاں سے نکل سکتے ہیں؟

★★★★

باب ملکہ

وہ جس کو آتی ہے من موجی

اور ہے وہ کافی ہوشیار

آغاز تھا دوسرے دن کا..... منظر تھا ایک وسیع اور طویل بیٹھک کا۔ درمیان میں ملکہ کا تاج پہنے ہماری المیرا اپنی تاب و چمک سے بیٹھی تمام وزرا کے چہرے چھان رہی تھی۔ دائیں کندھے پر بلبل نظریں جھکائے موجود تھی اور بائیاں کندھا آج گل جان کی موجودگی سے آزاد تھا۔ (اسے تیر کمان بھی تو چلانے تھے)۔

"میں نے دونوں فریقین کی بات سنی ہے۔" المیرا کے بولنے کے سوا وہاں کسی آواز کی گونج نہ تھی۔

"وزراء اور مشیر سے رائے بھی لی ہے اور بالآخر میں اپنا فیصلہ سناتی ہوں۔" ایک قطار میں گہرے سبز کا فتان والی ماہِ نگار کا چہرہ مستقبل کے سرور سے خوش تھا۔

"ہم یکے بعد دیگر ممالک سے تعلقات بحال کرے گیں۔" نگار کے سامنے بیٹھی ادوب کا لباس بھی وہی تھا ادا بھی وہی۔

"ہم یمن کی طرف سے بڑھائے گئے ہاتھ کو انکار ہر گز نہیں کرے گیں ۔" ایک جملے نے ماہِ نگار کے پرخچے اڑائے اور ادوب کی روح تک پر سکون ہو گئی۔ کمرے میں یک دم ہی سر گوشیوں اور آوازوں نے جگہ بھر لی۔

(جہاز سمندر میں ٹھہرا ہوا تھا اور اسکے احاطہ پر ایک گروہ منتظر نگاہوں سے دور سے آتی کشتی کو دیکھ رہا۔ سامنے کھڑی المیرا نے آج سرمئی لباس سمیت سبز پتھروں سے خود کو سجایا تھا۔ پیچھے کھڑی اسکی بڑی بہن لمحہ بالمحہ کلس کر پہلو بدل رہی تھی۔)

"دمشق میں موجود ہمارے جاسوس کا ایک پیغام میں چاہوں گی آپ سب سنیں۔" کمرے میں سب کے علاوہ بس ایک نگار تھی جسے حیرت کا جھٹکا اتنے زور سے لگا کے گردن چٹخنے کی باقاعدہ آواز آئی۔

بلبل اب تہہ شدہ کاغذ کھولتے اسے پڑھنے کو تیار تھی۔

یہ ایک دن پہلے کا منظر ہے جب ادوب المیرا کے کمرے میں موجود تھی۔

"آپ سب کو تو رضامند کر لیں گی مگر نگار؟ ان کا کیا کریں گی ملکہ۔ وہ کسی بھی قیمت پر یمن سے تعلق قائم نہیں کرے گیں۔"

کنافہ کھاتی لڑکی کے گول ہونٹ شریر مسکراہٹ میں ڈھلے۔ زمرد نگاہوں سے اس بھولی صورت کو دیکھا۔

"ایک کہانی، کچھ جھوٹ اور تمہارا ساتھ۔" چمچ پر لگا شیرا صاف کرتے اس نے اپنے اگلے عمل کی تدبیر سنائی۔

موجودہ وقت میں واپس آؤ

"میں نہیں جانتی یہ خط آپ کو وقت پر ملے گا بھی یا نہیں مگر کسی بھی شرط پر شہزادی تالش کالا یا معاہدہ قبول نہیں کیجئے گا۔ شہزادی قتل ہو چکی ہیں۔" کمرے میں یک دم سناٹا چھا گیا۔ بلبل نے البتہ پڑھنا نہ روکا۔ "یہ بات عوام سے ڈھکی ہے۔ اور منظرِ عام پر کب آئے، علم نہیں۔ یہ خط لے کر آنے والا قاصد جعلی ہے۔ یہ دمشق سے مدد کا پیغام نہیں یہ ماہِ ملکہ کے خزانہ تک رسائی کی سازش ہے۔"

المیرا نہایت سپاٹ اور سنجیدگی سے ہر کسی کا چہرہ ٹٹول رہی تھی۔اس کے مقابلہ میں ماہِ نگار نے ساکت نظروں سے اپنی بہن کو دیکھا۔اب کون بتائے یہ خط کسی جاسوس نہیں اپنی گل سے لکھوایا ہے اور یہ کہانی کسی شہزادی کی نہیں اپنی ملکہ کے ذہن کا خناس ہے۔

آج صبح ایک روتی دھوتی گل سے زبردستی یہ خط لکھواتی المیرا نے اسے سیاست اور حکومت کے کوئی بیس اسباق پڑھائے تھے۔

"سیاست! جو نام ہے سازش کا۔"

"سیاست! جو کام ہے اداکاروں کا۔"

"سیاست! جس کی موجودگی بستی ہی مواقع پیدا کرنے سے ہے۔"

المیرا کے پاس کہانیوں کی واقعی قلت نہیں تھی۔

(آنے والا دھند میں لپٹا وجود اب کشتی میں کھڑا ہو رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

اس کا وجود جتنا جہاز کے قریب آتا المیرا کی مسکان اتنی ہی گہری ہوتی۔ایک دوسری دنیا کا باسی بن کر۔۔۔۔وہاں بھی لوگوں کو زچ کیا۔ہے کوئی اس جیسا؟

دھند ہٹی تو میزبان گروہ کو اپنا مہمان نظر آیا۔تمام عورتیں چوکس ہوئیں۔ادوب خوش مگر المیرا پریشان۔ مسکراہٹ یوں فنا ہوئی جیسے کوئی سوئچ ہو۔بٹن دبایا، مسکان بدلی۔

اس کا دماغ اس کے ساتھ سو فیصد کوئی بازی کھیل رہا تھا۔)

"ملکہ، جان کی امان چاہوں تو ایک سوال عرض ہے؟"المیرا اندر ہی اندر کھلکھلائی البتہ کہانی والا ڈرامہ قائم رکھا۔ہاتھ سے بولنے کا اشارہ دیا۔

"دمشق میں ہماری کون سی جاسوس ہے؟"

"کیا تم نے باقی ممالک میں ہمارے مخبر نہیں بھیجے۔"المیرا کے ماتھے میں واضح ناپسندیدگی در آئی۔ماہِ نگار پھنسی تھی،اور کیا ہی پھنسی تھی۔انکار کرے گی تو سب

اسکی قابلیت پر انگلی اٹھائیں گے کہ تم نے کوئی جاسوس کیوں نہیں بھیجا.....اقرار کرے گی تو خود کے سوال کا جواز نہیں بن پائے گا۔

"معذرت۔" نگاہیں چراتے اس کا لہجہ شکستہ تھا۔

(یمن کا سفیر اب ایک طرف کو پھینکی سیڑھی سے چلتا جہاز کی طرف بڑھ رہا تھا۔

اسکے ہر قدم پر المیرا کی دل کی دھڑکن تیز ہو رہی تھی۔

نہیں! نہیں! نہیں!

بھمن پاشا یہاں کیا کر رہا ہے؟

سفید اور سرخ سفارتی لباس زیب تن کیئے اس مرد کی روشن نگاہیں المیرا پر مرکوز ہوئیں۔ بالوں میں موجود دو سرا رنگ مکمل غائب تھا۔

ملکہ نے اسکی آنکھوں کو پڑھا۔ وہاں شناسائی کی کوئی جھلک نہ تھی۔

"مرحبا ملکہِ ماہ۔" دل کے مقام پر ہاتھ رکھتے وہ اسکی طرف زرا سا جھکا۔ المیرا بدک کر دو قدم پیچھے ہوئی۔ اسکا دماغ اور قدم ایک دوسرے کا ساتھ چھوڑ چکے تھے۔)

★

دوسری دنیا کا باسی بن کر جہاں لوگوں کو دغا دیا وہاں قدرت نے تخت اسکا بھی نہیں سجنے دیا۔ المیرا عنایت محسن پر انہونی اتری تھی جس کی زد میں اس کا وجود یوں آیا کے دماغ کی ہر حس مفلوج ہو گئی۔

حد سے زیادہ چالاکی بھی بھلا کبھی بھائی ہے۔

یہ اس کا ملاقات کمرہ تھا جہاں اس وقت سات لوگ موجود تھے۔ پریشان سی المیرا، مطمئن سی ادوب، خاموش سی نگار اور مسکراتا ہوا بھمن۔

www.novelsclubb.com

"ہمیں موقع اور وقت دینے کا شکریہ ملکہ۔" صاف انگریزی میں کہتے اس نے سامنے رکھی چائے کی پیالی اٹھاتے لبوں سے لگائی۔ مخاطب ہونے پر المیرا کے گردن کے بال تک کھڑے ہو گئے۔ اگر جو اس نے مجھے پہچان لیا تو؟

"ہم پُر امید ہیں آپ کا یہ فیصلہ بچھتاوے کا سبب نہیں بنے گا۔" بھمن کا لہجہ، ادا، آواز سب الگ تھی۔ المیرا تو گویا سن بیٹھی لاتعلق سی اسے دیکھ رہی تھی۔

"ہمارے ہوتے ایسا ممکن بھی نہیں۔" یہ مغرور لہجہ ماہِ نگار کا تھا جو پورے دورانیہ میں پہلی مرتبہ بولی تھی۔ المیر کو خود پر قابو پانا تھا، ہاتھوں کی لرزش چھپاتے اس نے اپنی چائے کی پیالی تھام لی۔

www.novelsclubb.com

اسی وقت کمرے کا دروازہ ہلکی سی کھٹکھٹاہٹ کے بعد مکمل وا ہوا۔ اندر آنے والے وجود نے ملکہ کو جھک کر تعظیم دی۔ پھسلتی ہوئی عینک کو درست کرتے جونہی اسکی نظر المیرا کے سامنے بیٹھے وجود پر ٹھہری آگے بڑھنا کیا پیچھے پلٹنا بھی دشوار ہو گیا۔

وہ پہچان گئی تھی، کچھ لمحے لگے تھے مگر گل اس آدمی کو پہچان گئی۔ کیسے بھول جاتی، کروز کے پہلے دن اسے یہ جو لگا تھا کے یہ آدمی اسے ہاتھ ہلا رہا ہے۔

اُف گل جان دوبارہ سے وہ سب یاد نہ کرو۔

بھمن کو نظر انداز کرتے وہ چھوٹے چھوٹے قدم لیتی المیرا تک آنے لگی جس کے چہرے پر صاف لکھا تھا "گئی بھینس پانی میں"۔

"یمن نے ہماری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا، اچھا فیصلہ تھا مگر اس سے پہلے ہم اپنی قرض کی بقایہ رقم واپس چاہتے ہیں۔" بغیر کسی لگی لپٹی کی سیدھا اپنا مطالبہ سامنے رکھا۔ نگار کا انداز المیرا کو ہمیشہ فاطر کی یاد دلاتا تھا۔

بھمن نگار کی بات سنتے خوش اسلوبی سے مسکرایا۔ "ہماری طرف سے معذرت کہ آپ لوگوں سے کا دعوہ ہم وقت پر مکمل نہیں کر سکے۔ جہاں تک رقم کی بات ہے میں اسی کے متعلق مطالبہ لے کر آیا ہوں۔" چائے کا کپ چھوٹی میز پر رکھا تو کمرے میں آواز گونجی۔

"ملکہ!" مخاطب ہونے پر المیرا کی چائے حلق میں اٹکتے بچی۔ بمشکل یمن کے سفیر کو بولنے کا اشارہ کیا۔

"ماہِ ملکہ کی تنظیم کو اس وقت سہاروں کی اور سب سے بڑھ کر عوام کی ضرورت ہے۔ آپ کی جو قیمت ہم نے لوٹانی تھی اس کے عوض ہم آپکو ایک ہزار سپاہی دینے کو تیار ہیں۔" ادوب اپنے تاثرات سے اس پیشکش پر متاثر لگتی تھی۔

"ہماری فوج میں عورتیں ہیں بھمن صاحب۔" نگار کا تبصرہ۔

"تو وہ وہیں رہیں انھیں کون ہٹا رہا ہے۔" چہرہ پھیرتے المیرا کو دیکھا جواب پہلے سے قدرے بہتر ہو چکی تھی۔ گل کی موجودگی نے اسے کافی ڈھارس دی تھی۔

"آپ لوگوں کو اپنی سرزمین واپس چاہیے، ہم آپکو سپاہی دے گیں تاکہ آپ اپنی زمین واپس لے سکیں۔"

"ہمیں فلقوت ایک مستقل ٹھکانا چاہیے۔ دن بادن ہمارے تحفظات گھٹ رہے ہیں۔ آخر کو کب تک ہم جہاز میں رہے گیں۔ ہم پر حملہ ہو جانا کوئی عام بات

نہیں۔"ادوب بلا آخر پر اعتماد انداز میں مخاطب ہوئی۔جواب کی خاطر بھمن نے کمرے میں موجود سب سے طاقت ور وجود کو دیکھا۔

خود پر اسکی نظریں پاتے وہ سٹپٹائی۔یہ تاثر نگار کی نگاہوں سے مخفی نہ رہا۔

"آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا ملکہ؟ "نگار کی بات پر المیرا کا گال تھپتپاتا ہاتھ تھم گیا۔حواس باختگی کے عالم میں اپنی بہن کو دیکھا۔

"ملکہ تھوڑی دیر آرام کرنا چاہتی ہیں۔ہم اس موضوع پر گفتگو کچھ دیر بعد کرے گیں۔"المیرا کی جگہ گل کا جواب۔اس وقت گل المیرا کے لیئے کسی امرت سے کم نہ تھا۔ بھمن کے دھچکے نے اسکے اعتماد کو ہلا رکھا دیا تھا۔اب اسے تنہائی چاہیے تھی۔پر سکون ماحول میں دماغ کے گھوڑے تیزی سے کام کرتے تھے۔

ویسے بھی.....کہانیاں یونہی نہیں بن جاتیں۔

★

کس نے اندازہ لگایا ہو گا کہ کبھی گل جان جیسی سیدھی جیلیبی بھی المیرا جیسی ٹیڑھی عورت کو مشکل صورتحال سے نکال باہر لائے گی۔

کمرے میں اس وقت موجود گل بستر کے سامنے رکھے صوفے پر غیر آرمدہ سی بیٹھی فکرمندی سے کبھی دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑے دبیر کو دیکھتی تو کبھی بستر پر زیوارات سجائے المیرا کو۔

فاطر نگار کی دی ہوئی سزا کاٹ رہا تھا۔

"بتاؤ ان میں سے کون سا پہنوں۔" گردن کے ساتھ باری باری ہار لگاتے وہ آئینہ میں بنتے وجود کو دیکھتی پیچھے گل سے سوال کر رہی تھی۔ گل کے تاثرات ہر گزرتے لمحے بدتر سے بدترین ہو رہے تھے۔

"یا پھر۔۔۔۔یہ والا؟" سرمئی رنگ کی ریشمی اور کامدار ساڑھی نما لباس کے ساتھ وہ سیاہ موتیوں کی مالا غضب ڈھا رہی تھی۔

"تم ہوش میں تو ہو نا المیرا؟" گل کے سوال پر وہ حیرت سے رکی، ذرا سی گردن پھیرتے اس نے اپنی محافظ سے سوال کی تفصیل چاہی۔

"ہم یہاں تمہاری چالاکی کی سزا کاٹنے لگے ہیں اور تمہیں سجنے سنورنے کی فکر ہے۔" المیرا نے ایک ادا سے ہاتھ بلند کرتے دفعان کیا جب کے سچ تو یہ تھا گل سے زیادہ ڈر تو وہ گئی تھی۔ وہ بات الگ تھی المیرا اپنا خوف ظاہر کرنا بے وقوفی سمجھتی تھی۔

"ملکہ کو ہمیشہ خوبصورت دکھنا چاہیئے۔"

"یہ خوبصورت تم تب دکھ لینا جب وہ تمہاری چیڑیل جیسی سوتیلی بہن ہمیں سمندر سے دھکا دیتی اپنی پالتو مچھلیوں کو کھلائے گی۔" گل ایک دم ہی اٹھی اور اسے کہنی سے پکڑتے خود کی طرف موڑا۔ "وہ آدمی؟ وہ وہی ہے نا جس کے کوٹ پر اس دن خون لگا تھا۔ وہی بھمن کر کے کچھ۔" المیرا نے موتیوں کی مالا کو ایک طرف رکھتے سیاہ پتھروں کا تنگ سا ہار اٹھایا۔

"اگر اس نے ہمیں پہچان لیا اور اگر سب کو بتا دیا ہم کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں تو؟ کیا پھر تمہیں کوئی ملکہ مانے گا، یہاں سب پھر اپنی اصلی ملکہ کو ڈھونڈنے نکل پڑیں گیں۔" گل کی پریشانی اب اسکی پھولتی سانس اور تیز لہجہ سے سو فیصد واضح ہو گئی۔ "تمہیں کس جاہل نے کہا تھا یہ سب کرنے کو؟" گردن سے چوکر لگاتے وہ گل کا جواب دینے کی نیت سے اسکی طرف پلٹی۔

"تم نے۔" اسکی معصوم ادا پر گل کا دماغ الٹی کلا بازیاں مارنے لگا۔

"میں نے؟" سینے پر ہاتھ رکھتے جواب چاہا۔ المیرا نے باقاعدہ اوپر سے نیچے تک گردن ہاں میں ہلائی۔ "تم نے ہی تو کہا تھا یہاں سب اپنا اپنا کام کرے گیں تاکہ کسی کو شک نہ ہو۔" گل کی چلتی زبان کے بیچ رکاوٹ آئی جسے اس نے جلد ہی سنبھل لیا، اس وقت اسے المیرا پر شدید غصہ آیا ہوا تھا۔

"میں نے یہ کہا تھا اپنا کام خاموشی سے کرو۔ تم کچھ دنوں کے لیئے کٹ پتلی نہیں بن سکتی کیا؟" بیزار سا مطالبہ۔

"کیسے بنوں؟ میری کوئی بڑی بہن تھوڑی ہے جسے خوش رکھنا میرے لیئے سانس سے زیادہ ضروری ہو۔" وہ اگر نہ نہیں بولتی تھی تو اس کے کہے ہاں بھی کسی زہر آلود خنجر سے کم نہ ہوتے تھے۔ سنہری چغہ والی محافظ کو کچھ دیر تو سمجھ نہ آیا یہ اس کے ساتھ ہوا کیا ہے۔ کب بات گھوم کر اسکی ذاتیات کو نشانہ بنا گئی۔

کمرے میں اب بس المیرا کے زیوارات کی کھنک تھی۔ گل اب خاموشی سے گردن جھکائے الفاظ پرو سس کر رہی تھی۔ کیا وہ اتنی بے وقعت تھی؟

"کون ہے وہ آدمی؟" دیوار کے ساتھ سینے پر بازو باندھے منصف کے پہلے چند الفاظ۔

www.novelsclubb.com

"کروز کا کوئی مسافر تھا، یہ جانتی ہے اسے۔" المیرا کی بات پر گل کو ایک اور گہرا صدمہ ملا۔

"اگر وہ ہمارے ساتھ تھا تو.... ہماری حقیقت بھی وہ ایک ہی طرح جان سکتا ہے جب وہ خود اُس دنیا سے آیا ہو۔" دونوں عورتوں کی سماعت دبیر کے الفاظ پر جمی

تھی۔ ''اگر وہ ہم پر انگلی اٹھائے گا تو سوال اس سے بھی تو ہو سکتا ہے تمہیں کیسے معلوم؟ تب وہ کیا جواب دے گا۔ اگر ہم مچھلیوں کا کھانا بنے گیں تو زندہ تو یہ اس آدمی کو بھی رہنے نہیں دیں گیں۔'' گل نے نم ہوتی آنکھوں سے دبیر کو یوں دیکھا جیسے پیاسے کو صحرا میں پانی مل گیا ہو۔ البتہ المیر انے اپنی حقیقی کیفیت چھپاتے بس دبیر پر ایک متاثرانہ نگاہ ڈالی۔ اصل میں تو دبیر کے الفاظ اسکی روح پر مرحم بن کر اترے تھے۔

''دیکھا ایسے ہوتے ہیں بیسٹ فرینڈ، گولڈن گرل۔ فوراً مسئلے کا حل نکال کر زندگی آسان کرنے والے۔'' اپنی تعریف پر اس مرد نے کوئی جذباتی اظہار نہ کیا۔ بس ناک پر ہلکی سی انگلی پھیرتے چہرہ پھیر لیا۔ گل ابھی بھی اسے گیلی آنکھوں اور مختصر سی مسکان کے ساتھ دیکھتی سراہ رہی تھی۔

دبیر کو ان تُرک نگاہوں میں اپنے لیئے ہمدردی نظر آئی۔

بوجھ کے سوا اسے کوئی جذبہ محسوس نہ ہوا۔

www.novelsclubb.com

★★★★

باب خادم

ایک پوچاادھر،ایک پوچاادھر اور شڑاپ شڑاپ کی آواز سمیت فاطر اسلام راہداری صاف کرتے اپنی سزا کاٹ رہا تھا۔

سزا کی بنیاد بھی کیا دھوکے بازی سے انکار۔

ایڑھیاں چھل کر سرخ ہو چکی تھیں۔ بھنوؤں پر پسینہ لکیر در لکیر بہتا چلا آ رہا تھا۔ بائیں جانب کو بنی دیوار میں وقفہ وقفہ سے بند کھڑکیاں نصب تھیں۔ سورج کی روشنی ان سے منعکس ہو کر فاطر کے آدھے روپ تک جا رہی تھیں۔

جلدی جلدی فرش صاف کرتے جب اس نے ڈنڈے پر لگا کپڑا اٹھاتے بالٹی میں ڈبویا تبھی سامنے سے چلتی ایک عورت فاصلہ پر آ رکی۔ فاطر نے رسماً ہی چہرہ اس کی طرف پھیرا۔ شہزادی عبیل سامنے کھڑی مسکرا رہی تھی۔

لال شہزادیوں والا لباس، سفید دامن، موٹی چٹیا اور سر پر رکھا مختصر سا تاج۔ فاطر گیلا کپڑا فرش پر رگڑتے پیچھے کی طرف چلنے لگا۔

"تو تمہارا نام فاطر ہے؟" یہ معلومات اس نے کل گل سے لی تھی۔ خادم خاموشی سے پوچا لگاتا رہا۔

"کس ملک سے آئے ہو؟" عبیل کی مسکراہٹ کم نہ ہوئی۔ پہلی ملاقات میں گل سے پوچھا سوال یہاں بھی دہرایا۔ دوسری طرف ہنوز خاموشی کا راج رہا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"کیا لیبیا میں سپاہی تھے؟ کوئی گھر والے ہیں تمہارے؟" کمر پر ہاتھ باندھے وہ اشتیاق سے اس کا چہرہ پڑھ رہی تھی۔ فاطر سے خاموش رہنا اب مشکل ترین ہو رہا تھا۔

افراتفری میں جگہ صاف کرتے وہ اس شہزادی سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا۔ "یہاں سے بھاگنا چاہتے ہو کیا؟" یک دم ہی لکڑی پر گرفت ڈھیلی ہوئی۔ تیز تیز چلتے ہاتھ تھمے اور فاطر اسلام نے فوراً اس لڑکی کے رازدارنہ لہجہ پر چہرہ اٹھایا۔ گول چمکتی آنکھوں میں تجسس تھا۔

"تم ہو کون؟" چپ کا روزہ ٹوٹنے پر عبیل کے بھورے ہونٹ گالوں سے جا ملے۔

"تم بھاگنا کیوں چاہتے ہو؟ یہی ہمارا اصل ہے۔ ہم یہاں خوش ہیں۔"

"تصحیح کریں خاتون! آپ یہاں خوش ہیں.....میں یا ہم نہیں۔" لفظوں پر زور دیتے اس نے ان کی اہمیت کا احساس دلایا۔ عبیل کی بھنویں ناراضگی سے تنگ ہوئے۔

"ابھی تو تم آئے ہو، آہستہ آہستہ عادی بھی ہو جاؤ گے۔ بھول جائیں گیں گھر والے۔ ماضی چھوڑو یہاں کی زندگی شروع۔"

"میرے ماتھے پر مشورہ وصولی کا تختہ لگا ہے یا میری گردن میں "آؤ مجھے بتاؤ میں کیا کروں" کا پٹہ بندھا ہے؟" زور سے پوچا پانی کی بالٹی میں مارتے اس نے عبیل کی بات کاٹی۔ وہ لڑکی سوال پر الجھی۔ "نہیں لکھا نا؟ تو پھر وہ ہے راستہ (ہاتھ سے کندھے کے پیچھے اشارہ کیا) سیدھا یہاں سے وہاں جاؤ اور یوٹرن لے کر پیچھے مت آنا۔" ہونہہ کرتے وہ دوبارہ اپنے کام میں جت گیا۔ عورت ذات سے اسکی خار یہاں آکر کچھ مزید ہی بڑھ گئی تھی۔

کچھ دیر وہ صفائی کرتا رہا اور جب فرش مکمل دھل گیا۔اپنا سامان اٹھاتے اس نے یونہی سامنے دیکھا۔وہ ڈھیٹ شہزادی ابھی بھی وہیں جمی تھی۔مگر اس وقت اس کے چہرے پر مسکان، شوخی کچھ نا تھی۔وہاں تو نفرت درج تھی،ایسی جو کسی غیر نسل یا قابلِ نفرت آدمی کے لیئے ہوتی ہے۔

فاطر نے دوبارہ جلی کٹی سنانے کی تیاری کی جب عبیل کا سرد سا لہجہ اس کی سماعت سے ٹکرایا۔"میں مشورہ نہیں دے رہی خادم، متنبہ کر رہی ہوں۔یہاں آ گئے ہو، تو جانا کیوں؟"اس کی بھوری آنکھوں کا ٹھنڈا تاثر ابدن میں کپکپی طاری کر سکتا تھا، مگر سامنے تھا فاطر خوفزدہ یا بے چین نہیں بلکہ پوری طرح سے بیزار رہنے والا۔ اس دنیا کی ہر چیز اس کے لیئے فالتو اور بیوقوف تھی۔

عبیل کو جبراً دیکھتے وہ چاہتا تھا یہ عورت سمجھ جائے "مجھے تمہاری باتیں بچکانہ اور تم بے معنی لگ رہی ہو"۔ تبھی دور کہیں سے قدموں کی چاپ سمیت لوگوں کی انگریزی میں بات کرنے کی آواز بلند ہوئی۔

فاطر کے پیچھے سے ملکہ کا گروہ چلا آرہا تھا، جس کی رہنمائی ہماری المیرا کر رہی تھی۔

سوراخ دار جالی سے پار ہوتی روشنی اسکے قدموں تلے ایک سیدھ میں بچھی تھی۔

ملکہ اپنی گردن اٹھائے سرمئی لباس میں چلتی اس راہ پر آگے آگے تھی۔اسکی بائیں طرف خاموشی سے مسکراتا بھمن تھا، دائیں پرادوب، اور پیچھے گل جان اور بلبل۔

درمیان میں چلتی اس عورت کی ملکہ ہونے کی پہچان لباس اور تاج سے لگائی جاتی تھی۔

مغرور خوشی اور زمرد آنکھوں کی شوخی کو دیکھتے ہر آتی جاتی عورت اسے سلام کرتی جس کا وہ پلکیں جھکا کر جواب دیتی۔

www.novelsclubb.com

المیرا اس وقت بھمن کو ان کا جہاز دکھانے میں مصروف تھی جب بیچ راستہ میں اسے ایک جانی پہچانی پشت دکھی۔ان مضبوط قدموں میں تو کمی نہیں آئی البتہ چہرے کے تاثرات ضرور بدلے۔

دور شہزادی عبیل کے سامنے اسے وہ کھڑا دکھا۔ سیاہ لباس اور ماتھے پر بندھا کیفیتہ، اسکی پشت سے روشنی ٹکرا رہی تھی۔

المیرا کے قدم اس منظر کو دیکھتے خود بخود آہستہ ہوئے۔

اپنے ارد گرد آوازوں کو یک دم کم ہوتا پا کر فاطر کی سلوٹ آزاد ماتھے پر لکیریں نمایا ہوئیں۔

"ملکہ!" عبیل کے چہرے کو دیکھا جو فاطر کے کندھے کے پار سے کسی کو پکار رہی تھی۔ فاطر نے گردن پھیرتے پیچھے دیکھا تو اسے وہ دور اپنی وزیر اور مہمان کے درمیان رکی دکھی۔ ملکہ، جس کے پاس احکام اول کی طاقت تھی۔

المیرا عبیل کو نہیں المیرا اپنے خادم خاص کو دیکھ رہی تھی جو فاصلے پر ایک شہزادی کے سامنے کھڑا خاموش تھا۔ خادم خاص، جو صرف ملکہ کا خدمت گزار تھا۔

امبر آنکھیں جو سبز بھوری آنکھوں کو بغیر کسی تاثر کے دیکھ رہی تھیں۔

سبز بھوری نگاہوں کے بائیں جانب سے روشنی ٹکرائیں۔ حیرت سے واہ ہوتے سیاہ پن کے گرد آنکھ کا رنگ ہلکا بھورا ہوا۔

سنہری بھوری نگاہوں کے دائیں جانب سے روشنی آئی۔ بے عتنای میں وہ گہری بھوری لگیں۔

ارد گرد کی ہلچل سب بے معنی ہو جاتی جب المیرا اور فاطر روبرو آتے۔

فاطر اسلام کے دل میں موجود نفرت کے تابوت کا ایک کیل مشکل سے ہی مگر جگہ بناتے نکل گیا۔

رنگ بدلے، تاثرات تبدیل ہوئے اور یوں وقت کے تالاب میں ایک کنکر لہر در لہر چھوڑتا گیا جس کی گونج نے آنکھوں پر آنکھیں مکمل واہوئیں۔ فاصلے پر کھڑی وہ اسے سب سے ممتاز لگی، شاید وہ اس کی چال تھی یا شاید وہ ان آنکھوں کا بدلتا رنگ تھا جس نے فاطر کے دل کو ٹھہرنے پر مجبور کر دیا۔

بنیادوں میں آئی پہلی دراڑ۔

کشتی میں دوبارہ سے ایک گھنٹہ ہونے پر بڑی سی گھنٹی کی آواز گونجی اور کچھ دیر کے لیئے تم ان آوازوں کا تعاقب کرتے وقت میں پیچھے چلے آؤ۔ عتاب کی یہ جنگ کہاں سے چڑھی تھی یہ تو ہمیں معلوم ہے ہی مگر اس جنگ کی یک طرفہ خود اعلانیہ جیت کب اور کیسے ہوئی تھی، آج اس راز سے پردہ اٹھانے کا وقت آچکا ہے۔

★

ہرش اور زبور والے واقع کو گزرے ڈیڑھ ماہ ہو چکا تھا۔

زبور سے المیرا یوں دور ہوئی جیسے وہ اچھوت کی بیماری ہو۔ جہاں زبور ہر مرتبہ المیرا کو دیکھ کر نظریں چرا لیتا وہی المیرا اس پر طعنہ کسنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتی۔

کبھی کیفے ٹیریا میں اسے دیکھتے جملہ جیسے کہ ''بڑے دھوکے ہیں اس راہ میں'' یا ''منافق دوست سے دشمن اچھا'' باآوازِ بلند کہتی تو کبھی اسے دیکھتی آنکھیں مٹکاتی اور لوگوں کو اس کی جانب متوجہ کرتی۔

یہ بات وہ یکسر فراموش کر چکی تھی کہ غلط کام تو وہ کر رہی تھی۔زبور نے تو اپنی جان چھڑوائی ہے مگر مسئلہ ہی تو سارا یہ تھا۔اس وقت کی المیرا اپنی غلطیوں پر کبوتر بن جاتی تھی۔

نظروں سے اوجھل،دماغ سے بوجھل۔

اپنی ناکامی کا سوگ اس نے پورے دو ہفتہ باقاعدگی سے سٹیٹس پر منایا تھا۔منافق دوست کی فطرت تو اب اس کے واٹس ایپ کو بھی حفظ ہو چکی تھی۔

علاوہ ازیں اس نے پورے کیمپس میں زبور کی بے وفائی مشہور کر دی تھی یہاں تک کے اب تو نازیہ بھی اس عینک والی پھوپھو کو دیکھتے آنکھیں آسمان پر لے جاتی۔

اپنی پہلی محبت کی بے اعتنائی زبور کا دل چیر دیتی تھی۔

ایک طرف المیرا نے زبور پر ہاتھ گرم کیا ہوا تھا دوسری طرف سے گھیر اہرش اس پر تنگ کیئے بیٹھا تھا۔انکار سننا ہر کسی کے بس میں تھوڑی ہوتا۔جیسی المیرا ویسے ہی المیرا کے چاہنے والے۔

آئے دن ہرش ذو معنی الفاظ میں المیرا کو اس کا جواب دہراتا۔کبھی اگر وہ کسی لڑکے سے بات کرتے دکھتی اسی وقت ہرش موت کے فرشتے کی طرح کہیں سے نمودار ہو جاتا۔

"مجھے تو انکار کر دیا تھا تم نے۔"

"تمہیں بس پیچھے بھگوانا تھا مجھے،اچھا ہے جان چھوٹ گئی۔"

"اور کتنوں کو انکار کیا ہے تم نے؟"

یہ جملے سن سن کر کان پک چکے تھے۔زبور،المیرا،ہرش ان تینوں کی کیمپس میں اپنی ہی کولڈ وار چل رہی تھی۔جہاں جو دبا رہا تھا وہی دب بھی رہا تھا۔ہر ظالم پر اس سے بڑے ظالم کا ہاتھ ہوتا ہی ہے۔

یہ شام کا پہر تھا۔ان کا پانچوان سمیسٹر ختم ہونے کے قریب تھا۔

ایسے میں یونی ورسٹی کے ہاسٹل ائیریا میں آؤ۔قرمزی عمارت شام کے نیلے رنگ اور اندر کی جلتی بجھتی بتیوں میں قابلِ نظر تھی۔

اوپر نیچے موجود چار بنک بیڈز اور ماربل کا فرش لیئے یہ کمرہ لڑکیوں کی رہائش کے لیئے تھا۔کمرہ روشن تھا مگر اس کے باوجود وہ نیچے والے بنک بیڈ پر آدھی لیٹی نجانے کیا سوچ رہی تھی۔

نظریں اوپر والے بستر کی پشت پر اور انگلیاں آپس میں سختی سے پیوست۔

آج کے دن کا چرچہ پچھلے دو ہفتوں سے ان کی کلاس تو کیا پورے ڈیپارٹمنٹ کے سٹوڈنٹس میں ہو رہا تھا۔

ہرش کی برتھ ڈے پارٹی۔ صحیح باپ کا پیسہ اڑاتا تھا۔

انگلینڈ سے آیا ان کا وہ کلاس فیلو مصر میں اپنے ذاتی بنگلے میں رہتا تھا اور آج رات اپنی بائیسویں سالگرہ کی خوشی میں اس نے کثیر تعداد میں لوگوں کو مدوع کیا تھا۔

"کس کو خوشی ہے اس کا کروچ کے پیدا ہونے پر۔" بستر پر ٹانگیں گرائے اندھیرے میں چھپی بمبل بی کی بزبز۔ دعوت نامہ اسے بھی آیا تھا مگر دل کا دعوت نامہ ملنے میں ڈاکیہ نے دیر کر دی تھی یا شاید دل نے ایسا کوئی دعوت نامہ بھیجنا ہی نہیں تھا۔

کمرے کے بھورے دروازے سے اسکی دوست اندر آئی۔ بالوں کو تولیہ میں لپیٹے ہاتھوں کو آپس میں مسلتے۔ المیرا پر نظر پڑتے وہ وہیں رک گئی۔

اس کی دوست اور اتنی خاموش، کہیں قیامت تو قریب نہیں۔

"المیرا! سب ٹھیک ہے۔" سٹڈی ٹیبل کی کرسی پر بیٹھتے نازیہ نے دراز کھولتے ہینڈ کریم نکالی۔

المیرا کی طرف سے گہری خاموشی۔ اب تو واقعی کچھ گڑبڑ تھی۔

"میرہ! کیوں لیٹی ہو ایسے۔ تیار نہیں ہونا۔ آدھے گھنٹے تک نکل رہے ہیں سب۔" ہیزل آنکھیں ابھی بھی بستر کی پشت پر ہی تھیں۔

"ہونہہ!" آواز تھی الفاظ نہیں۔ نازیہ اب اٹھ کر اس کے قریب آئی۔

"بولو تو سہی۔" کولڈ وار کی ایک خاصیت یہ بھی تھی کے زبور کا دھوکہ سب کو معلوم تھا مگر المیرا کا انکار اور ہرش کی طرف اس کا رویہ وہ ایک پہیلی تھی۔ ہرش المیرا جتنا بے شرم تھوڑی تھا کے مظلوم پر ظلم کی وجہ کھلے عام کر دے۔

"میں نہیں جارہی میرے سر میں درد ہے۔" کہتے ساتھ ہی اس نے سرہانے میں منہ دے لیا۔ نازیہ ہاتھ پہلو میں گرائے لاجواب سی کھڑی تھی۔ سوال لاتعداد تھے مگر معلوم تھا جواب ایک کا بھی نہیں ملنا۔

دراز کی طرف مڑتے اس نے چیزیں آگے پیچھے کی۔ کچھ دیر تک کھٹ پھٹ المیرا سرہانے کے اندر سے سنتی رہی۔

"میڈیسن لے لو۔" نہایت نرمی سے اس نے دوائی کی شیشی المیرا کی کہنی کی قریب رکھی۔ کچھ دیر وہیں کھڑے اسے دیکھا اور پھر الماری میں اپنی سامان کی جانب پلٹی۔ المیرا نے سرہانے کا کونہ ہلکا سا ہٹاتے شیشی دیکھی۔

سر درد کی ان گولیوں کو دیکھ کر اسے بہت کچھ یاد آیا۔ حسین یادوں میں کھبے زہریلے کانچ کے ٹکڑے۔ وہ یادیں کسی اور نے نہیں بُنی تھیں ان میں شیشے المیرا کے پروئے ہوئے تھے۔

زرا سے کونے سے دکھتی سبز بھوری نگاہیں شیشے کو ہی دیکھتی رہیں۔

بہت، بہت دیر بعد

کمرے میں لگے پردے سے باہر کی روشنی اندر آ رہی تھی۔ سورج کی نہیں چاند کی۔ کمرے میں گھپ اندھیرا تھا اور دروازہ بند۔ کہیں دور سے فون تھرتھرانے کی آواز آئی۔ روشن سکرین جلی اور بجھی۔ یہ عمل پورے ایک منٹ تک جاری رہا اور پھر کمرہ دوبارہ اندھیرے نے نگل لیا۔ دو لڑکیوں کے علاوہ وہاں کوئی نہ تھا۔ ایک جو بائیں طرف کے نچلے بنک میں تھی اور دوسری دائیں طرف کے اوپری۔

بائیں طرف والے بنک بیڈ کے اوپر والے خالی خانہ میں فون دوبارہ بجا مگر اس بار کمرے میں موجود ایک لڑکی کی آنکھ آہستہ سے کھلی۔ مندی ہوئی آنکھوں سے المیرا کو خود بھی نہیں معلوم تھا وہ اُسی حالت میں سو گئی تھی۔

فون کے بجنے کی آواز پر غور کرتے وہ یک دم اٹھی۔ ماتھا بیڈ سے ٹکرایا تو اسے اندھیرے میں تارے دکھائی دیئے۔

ہلکی سی کراہ کے ساتھ پیشانی مسلتے اس نے اوپر والے بیڈ پر جھانکا۔اسی کا فون بول رہا تھا۔

ایک آنکھ ابھی بھی درد سے بند تھی۔فون اٹھاتے کالر آئی ڈی دیکھی۔

"ایرانی پرنسس"

سست روی سے فون کان سے لگایا۔دوسری طرف اونچے میوزک کی آواز سنتے اس کے کان کھڑے ہو گئے۔

"ہیلو!"نیند میں ڈوبی آواز اور دوسری طرف سے فون کٹ۔المیرا کچھ حیران ہوئی۔جمائی روکتے فون کو دیکھا تبھی نازیہ کا میسج آیا۔

کال کے بجائے میسج۔

"تم جاگ گئی؟"المیرا نے جواباً میسج ٹائپ کرنا شروع کیا اس وقت اس کا دماغ سوالات کا بوجھ نہیں سہہ سکتا تھا۔

"کال کیوں کاٹی ہے۔"

"تمہیں جگانے کے لیئے ملائی تھی۔ بات کرنی ہے مگر یہاں شور بہت ہے آواز سمجھ نہیں آئے گی۔ تو میسیج پڑھو اب۔" تین چار الگ الگ بھیجے مسیجز۔ المیرا پیچھے سٹڈی ٹیبل پر بیٹھی۔ اس کی دوسری روم میٹ سو رہی تھی۔

"میں اپنا بس کارڈ بھول آئی ہوں۔" ایک رونے والے ایموجی کے ساتھ بھیجا گیا غمگیں میسج۔

"کیب میں اس وقت کرا نہیں سکتی، یو کنو مصر کے اچھے پیارے حالات۔" ایک اترے ہوئے منہ کے ساتھ میسیج۔ المیرا نے آنکھیں ملتے نیند کو پسِ پشت ڈالا۔

"تم مجھے بس میں لینے آجاؤ۔ دس منٹ کا تو فاصلہ ہے ہوسٹل سے ہرش کے گھر۔" فون کی نیلی روشنی اسکے چہرے پر تھی۔ "پارٹی ختم ہو گئی؟"

"ان کا تو صبح تک کوئی موڈ نہیں ختم کرنے کا (آنکھیں گھمانے والا منہ) مگر مجھے واپس آنا ہے، نیند آ رہی ہے۔" المیرا نے فون سکرین پر وقت دیکھا۔ ایک بج کر بائیس منٹ۔

"اچھا آ رہی ہوں۔"

(مصر کی میٹرو بھی تقریباً پاکستان جیسی ہی تھی۔ تین الگ رنگوں میں۔ سبز، پیلا اور سرخ۔ المیرا کے یونی ورسٹی کے قریب سب سے قریبی سٹیشن ال سعادت تھا۔ عموماً سٹیشن میں آپ کا سٹوڈنٹ کارڈ کام نہیں کرتا اور اب کو ٹکٹ نئے سرے سے لینی ہوتی ہے۔ مگر جہاں کارڈ ہو اسی پر ایک حد تک آپ سفر کر سکتے ہیں اور پھر کارڈ ریونیو کروانا ہوتا ہے۔)

فون بند کرتے وہ اب اپنی الماری کی جانب بڑھی۔ یہ سوال ایک لمحے کے لیئے بھی ذہن میں نہیں آیا کے نازیہ کسی اور سے پیسے لے کر میٹرو سے کیوں نہیں آ جاتی۔

★

الماری کی کھٹ پھٹ، بالوں میں چلتے برش کی آواز اور افراتفری میں بھی المیرا کی روم میٹ سوتی رہی۔ سفید نیٹ کی فراک کے گرد سبز شال لپیٹتے المیرا نے سنہرے لمبے بالوں کو کندھے پر کھلا چھوڑ رکھا تھا۔ والٹ فون سنبھالتے میٹرو کی راہ لی۔

سٹوڈنٹ کارڈ کی وجہ سے لمبی لائن کو اگنور کرتے وہ سیدھا کرسیوں تک گئی۔ بس میں سوار ہوتے وہ سبز کرسیوں پر بیٹھ گئی۔ نیند ابھی بھی کچی تھی، اسی لیئے سر کھڑکی کے ساتھ ٹکا دیا۔

★

ہرش کا گھر تقریباً یونی ورسٹی سے دس منٹ کے فاصلے پر تھا۔ گیزا (giza) میں موجود فارئیز کی رہائش والے کالونی میں اسکا گھر واقع تھا۔ نیلے سفید بنگلے کے ارد گرد گاڑیاں اور بائکز کھڑی تھیں۔ المیرا نے گلی کی شروعات پر رکتے نازیہ کو کال ملائی۔ دوسری طرف بیل جا رہی تھی مگر کوئی اٹھا نہیں رہا تھا۔ تنگ آکر اس نے گھر کی طرف چلنا شروع کیا۔

"بمبل بی!" کسی کی آواز پر اسکے قدم پیچھے پلٹے۔المیرا زبردستی مسکرائی اور آگے بڑھ کر دو لڑکیوں سے گلے ملی۔ادھر ادھر کی باتوں کے بعد وہ سیدھا مدعے پر آئی۔

"نازیہ کو دیکھا ہے۔" ایک لڑکی کی بھنویں سوچ سے جڑیں۔"وہ اندر ہرش کے ساتھ تھی۔" شکریہ ادا کرتے وہ آگے نکل گئی۔اسے دیکھتے کئی لوگوں نے سرگوشیاں کی، کہیں نے اس کے قریب آنے کی خواہش دل میں چھپائی۔

دل میں ان سب کے لیئے نفرت چھپائے وہ مسکراہٹوں کے تبادلے کرتی گھر میں داخل ہوئی۔کتنے عجیب ہوتے ہیں یہ انسان، جو ان کی تعریف میں زمین آسمان ایک کر دے اس کے لیئے بچھے چلے جاتے ہیں۔

المیرا کی انسانوں سے نفرت میں دن بادن اضافہ ہو رہا تھا۔

گھر کا لیونگ روم جھومتے گاتے لوگوں سے بھرپور تھا۔نیلی، پیلی، گلابی اور نجانے کونسی رنگ کی بتی کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔

اس نے دوبارہ سے کال ملائی، فون بند جارہا تھا تو اس نے قریب سے گزرتے ایک جاننے والے کو روک کو پوچھا۔ "نازیہ کو دیکھا ہے؟" گھر کے پچھلی طرف کے پول سائڈ کی جانب اشارہ کرتے وہ آگے نکل گیا۔ المیرا کی شال پر گرفت مضبوط تھی، وہ چاہے جتنی معروف کیوں نا ہو ایسی پارٹیز سے اسے وحشت ہوتی تھی۔

المیرا کا اصل سرتاپیر انسانیت سے نفرت میں ڈوبا تھا۔

پول کے پانی کے گرد کچھ لوگ اور فاصلے پر ہوتے باربی کیو کے سامنے کھڑے کچھ رش کے سوا وہاں کوئی نہیں تھا۔ اسے نازیہ کا نام و نشان نہیں دکھا۔

"تو تم آ ہی گئی میری پارٹی میں؟" یہ جتاتا لہجہ، یہ مغرور سی ہنسی المیرا نے کھڑے کھڑے کلس کر رخ پلٹا۔ پیچھے کھڑا ہرش آنکھوں پر ہیپی برتھ ڈے کی بے ڈھنگی سی عینک لگائے بوتل کے چھوٹے گھونٹ بھر رہا تھا۔

"نازیہ کو دیکھا ہے؟"

"نازیہ کو بھی ڈھونڈ لینا، اب تم غلطی سے آگئی ہو تو تھوڑا انجوائے ہی کر لو۔"

ہرش نے ساتھ سے گزرتے ویٹر سے بوتل اٹھاتے المیرا کو تھمائی۔ اسے انکار کرنے کا موقع دیئے بغیر وہ پول سائڈ کا دروازہ بند کر چکا تھا۔ باہر عربیوں کی اونچی آوازیں اور ہلکی موسیقی کا شور تھا۔

"میں پارٹی بھی انجوائے کر لونگی پہلے تم نازیہ کو ڈھونڈنے میں میری مدد کر دو۔" عینک اتارتے ہرش نے اپنی پھولدار پرنٹ والی شرٹ کے کالر میں لٹکائی۔

"اب تم انسسٹ کر رہی ہو تو چلو۔" دروازہ کھولتے وہ اب اسے ایک پتلی سی راہداری میں لے کر گیا۔ المیرا نے اب تک ہاتھ میں پکڑی بوتل کا ایک گھونٹ نہیں بھرا۔ کچن میں آتے وہ ایک طرف رکھے فریزر کے سامنے رکا۔

"یہاں تو نازیہ نہیں ہے۔" متلاشی نگاہیں ارد گرد دوہرائیں۔

"وہ بھی مل جائے گی پہلے تم یہ لو۔" المیرا اسکی پیٹھ کو گھورتے انتظار کر رہی تھی جب اس نے دو آئسکریم نکالی اور ایک المیرا کی طرف بڑھائی۔ "فوریو، مائے فرینڈ!" اسکے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ جھپٹنے والے انداز میں اس نے آئس کریم پکڑ کر فرش پر دے ماری۔ ہرش اس اچانک ردِ عمل پر الجھا جب المیرا نے آؤ دیکھا نا تاؤ اسے کالر سے دبوچتے چہرہ فریزر کے ساتھ جوڑ دیا۔

ہرش کا ایک بازو اسکی کمر پر بندھا تھا اور جھکا چہرہ سختی سے ٹھنڈے شیشے سے جڑا تھا۔ بوتل فرش پر گرتے چکنا چور ہو چکی تھی۔

"اس سے پہلے کے میرے دماغ کے خانے برداشت سے بھر جائیں، خاموشی سے مجھے بتا دو نازیہ کہاں ہے۔ تمہاری اس گھٹیا پارٹی اور تمہارے فالتو وجود میں مجھے نہ آج دلچسپی ہے اور نہ سو سال بعد ہو گی۔" ہاتھوں کی مدد سے اس پر مزید وزن ڈالا۔ وہ لڑکا فریزر کے ساتھ لگا پھڑ پھڑا تھا۔ آنکھیں حیرت سے باہر آنے کو بے تاب کہ یہ اچانک بندی کو ہوا کیا ہے۔ المیرا کی گرفت مضبوط اور جنونی تھی۔

ہرش کا بازو ہلکے سے موڑنے پر وہ اونچی آواز میں کراہا اٹھا مگر المیرا نہ رکی۔ اسکے اندر دباسارا غصہ آج اس برتھ ڈے بوئے پر اترے گا۔

تبھی اسے کچن کے قریب آتے اونچے اور بے تحاشہ قدموں کی آواز آئی۔ سنبھلنے سے پہلے ہی چوکھٹ پر کہیں لوگ جمع ہو چکی تھے۔

"انسپکٹر صاحب، وہ ہے المیرا۔" چار لوگوں کی پولیس ٹیم کے درمیان گندمی شرٹ میں کھڑے فاطر ابوالاسلام نے اسکی طرف اشارہ کیا۔ عورت پولیس انسپکٹر آگے آئی اور المیرا کی گرفت سے ہرش کو چھڑوایا۔

وہ آدمی شکر کرتا زمین پر ڈھے گیا۔ زمرد نگاہوں میں بس ایک تاثر تھا سوال، نہ وہ خوف زدہ تھی، نہ وہ غصیل۔ وہ بس ہر کسی کا چہرہ جواب کی چاہ میں دیکھ رہی تھی۔

"المیرا عنایت محسن آپ کو غیر قانونی طور پر طلبا کمیونٹی میں weed سپلائے کرنے کی بنا پر گرفتار کیا جاتا ہے۔" المیرا پلک تک نا جھپک سکی۔ کان تو اسکے صاف تھے پھر یہ عورت اسے کیا کہہ رہی تھی۔

"معذرت؟" اس عورت نے جواباً ہلکا سا دھکا دیتے اسے کچن کے دروازہ کی طرف بڑھایا۔ المیرا کو ابھی بھی اسکی بات کی نوعیت سمجھ نہیں آئی۔ یہ کوئی پرینک تو نہیں؟

فاطر کے قریب سے گزرتے اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں سوال پوچھا جس کے جواب میں اس مرد نے حقارت سے گردن پھیر لی۔

"میں نے کچھ نہیں کیا۔ یہ مجھے پھنسا رہے ہیں۔ میں بے گناہ ہوں۔" شاک سے نکلتے اب انکار کا مرحلہ۔ "آپ کے ہینڈ بیگ سے ویڈ کے پیکٹ برآمد ہوئے ہیں محترمہ۔" فاطر نے طنز کیا اور تب ہی اسے یاد آیا۔

www.novelsclubb.com

اس کا پرس، جس میں والٹ اور کارڈ تھا، وہ اسکے پاس سے کب لاپتہ ہوا؟

تو یہ کوئی مذاق یا گیم نہیں بلکہ حقیقت ہے۔ المیرا عنایت محسن جس نے اپنی بیس سالہ زندگی میں کبھی ڈرگز کو ہاتھ تک نہیں لگایا آج اس پر سمگلر ہونے کا الزام لگا دیا گیا تھا۔

انسانوں سے نفرت کا گراف کچھ مزید اوپر گیا۔

"وہ ڈر گز میری نہیں، کسی اور کی ہو نگی۔ میں نہیں جانتی کچھ۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔" اونچی اونچی آواز میں اپنی بے گناہی کی گواہی دیتی اس پر پاگل پن کا گمان ہوتا تھا۔

پولیس اسے ہجوم کے درمیان سے راستہ بناتے لے جا رہی تھی۔ خاموش کھڑے لوگوں کی نظریں اس پر تھیں، جہاں کچھ دیر پہلے اس کے قریب آنے کی چاہ تھی وہیں اب ارد گرد کھڑے لوگ اس سے گھن کھا رہے تھے۔

"مجھے ایسے دیکھ رہے ہو، تم لوگوں کے پاکیزگی کے قصہ میں نے کھولے تو یہاں ہر ایک اپنے کانوں کو ہاتھ لگائے گا۔" دروازہ سے نکلتے یہ المیرا کے وہ آخری الفاظ تھے جو ان سب کے کانوں میں سنائی دیئے۔

پولیس وین میں بیٹھنے کے باوجود بھی اس نے بے گناہی کا راگ الاپنا بند نہ کیا۔

★

دو گھنٹے بیس منٹ چالیس سیکینڈ!

دو گھنٹے بیس منٹ اکتالیس سیکینڈ!

دو گھنٹے بیس منٹ بیالیس سیکینڈ!

ہر گزرتی گھڑی میں المیرا کی برداشت کم اور فاطر اسلام سے نفرت زیادہ ہو رہی تھی۔

حوالات میں قید اسکا وجود مسلسل آگے پیچھے جھول رہا تھا۔ بیٹھتی تو کھڑی ہو جاتی، کھڑی ہوتی تو چلنے لگتی، چلتی چلتی تھکتی تو بیٹھ جاتی۔

بیس سال کی عمر میں ایک غیر ملکی جیل دیکھ لیا۔ بکٹ لسٹ میں یہ والی خواہش تو اب وہ کبھی نہیں ڈالے گی۔

★

دس گھنٹے بائیس منٹ چار سیکینڈ!

www.novelsclubb.com

دس گھنٹے بائیس منٹ پانچ سیکینڈ!

دس گھنٹے بائیس منٹ چھ سیکینڈ!

صبح کی کچی کرنیں اسکے جھکے سر پر آکر ٹھہرئی ہوئی تھیں۔ بھورے بال سنہری لگے جب اس نے چہرہ اٹھاتے خالی نگاہیں اینٹوں کی دیوار پر مرکوز کر دیں۔ شب خوابی اور بے سکونی اسکے بے رنگ چہرہ اور سوجی آنکھوں سے واضح ہو رہی تھی۔

اسے آج احساس ہوا کے تنہا قید اس کا خوف ہے۔ سناٹے سے اسے وحشت ہوتی ہے۔ اندھیرے میں اس کا جی گھبراتا ہے۔

المیرا کو بے یار و مددگار کرنا ہو تو اسے قید میں ڈال دو۔

کچھ دیر بعد المیرا کو دور سے آوازیں آئیں۔ وہ یک دم ہی الرٹ سی ہو گئی۔ ایک خاتون انسپکٹر سلاخوں کے باہر آئی اور حوالات کا دروازہ کھولا۔ ایک بھی منٹ ضائع کیئے بنا المیرا اٹھی اور آدھ کھلے دروازے کو انسپکٹر کے منہ پر مارتی باہر کی طرف

بھاگی۔ تبھی پولیس کمرے میں بیٹھے شخص کو دیکھ کر اسکے قدم خود بخود تھم گئے۔ دل کی دھڑکن ابھی بھی تھمی نہیں۔

میل آفسر نے پہلے المیرا کو دیکھا پھر سامنے سفید و نیم والی ہڈی میں بیٹھے دبیر کو۔

"آپ جاسکتی ہیں۔" المیرا نے دبیر کو دیکھا اور پھر اس انسپکٹر کو۔ یہ کون سی فلم کا سیٹ چل رہا تھا جہاں اسے بے بنیاد الزام کی سزا دینے کے بعد امن و سلامتی سے جانے کا عطیہ تھما دیا تھا۔

سارے سوالات ایک طرف اس وقت اسکو بس پولیس سٹیشن سے نکلنا تھا، کیا معلوم وہ منہ کھولے اور یہ لوگ اسے پکڑ کر دوبارہ جیل میں قید کر دیں۔

دس گھنٹے اندھیرے، سناٹے اور بدبو میں کاٹنے کے بعد اسکی حالت چہرہ پر پھیلی وحشت اور خشک ہوئے پسینے سے ہی نمایاں ہو رہی تھی۔

قاہرہ میں اس وقت فجر کی اذان ہو رہی تھی جب دبیر کے پیچھے چلتے وہ پولیس سٹیشن سے دور جانے لگی۔

وہ کافی فاصلے سے ہڈی کی جیب میں ہاتھ ڈالے آگے چل رہا تھا۔ جبکہ المیرا ہر ایک منٹ بعد ٹھہر کر پیچھے پولیس سٹیشن کی عمارت کو دیکھتی، کہیں ان کا فیصلہ بدل نہ جائے اور اس بار سیدھا وہ قتل گاہ کو سلام کرے۔

"کوئی نہیں آ رہا اب۔" خاموش گلی میں آگے چلتے دبیر کی آواز پر اسکا دل تیزی سے دھڑکا۔ خشک لبوں پر زبان پھیرتے اس نے انگلیوں کو باہم ملاتے چٹخایا۔ ایک رات میں ہی اس کا سارا اعتماد چکنا چور ہو چکا تھا۔

"میں نے کچھ نہیں کیا تھا۔" سفید ہڈ والا آدمی سٹریٹ لائٹ کے نیچے چلتا رہا۔ نیلی اور نارنجی روشنی ارد گرد پھیلی دھند میں راستہ دکھا رہی تھیں۔

"میرے پر الزام لگا ہے۔ میں بے قصور ہوں۔" بھاگتے ہوئے اسکے قدموں کا مقابلہ کیا۔ وہ آہستہ چل رہا تھا المیرا تیز۔

"اوکے۔"بغیر دیکھے جواب تاکہ وہ چپ کر جائے۔

"مجھے فاطر نے فریم کیا ہے۔"نہیں،وہ نہیں چپ کر سکتی،دبیر نے اس کے بارے میں بلکل درست سنا تھا۔

کچھ ایک دو گلیاں ساتھ تہہ کرنے کے بعد المیرا کی بس ہو گئی۔وہ شور چاہتی تھی اس گونگے کا ساتھ نہیں۔

"تم جواب دو گے۔"چڑ کر اسکے عین سامنے آ کھڑی ہوئی۔

"مجھے تم میں دلچسپی نہیں۔"لمبا سانس خارج کیا جیسے بہت بول لیا ہو۔

"پھر تم مجھے چھڑوانے کیوں آئے؟"دبیر اسکی بائیں طرف ہوا تو وہ اسکی دائیں طرف مڑی۔

"نہیں۔"وہ دائیں سے نکلنے لگا المیرا پھر راستہ میں آ گئی۔

"کیا نہیں؟تم کیا کرنے آتے تھے پولیس سٹیشن۔"

"پولیس کو anonyms tip ملی تھی اس شخص کی رہائش کی جس کے پیچھے وہ لگے ہیں۔" بنا دیکھے جواب دیا اور اسکو کندھے سے دھکیلتے آگے بڑھ گیا۔

"کس نے دی وہ ٹپ؟" وہ بھی المیرا تھی بھاگ کر دوبارہ راستہ روک لیا۔

"Anonymous معنی نامعلوم۔" المیرا نے اسکے بے لچک انداز پر ناک چڑھائی۔

"تو تم کیا کر رہے تھے وہاں؟"

"گواہ کے طور پر آیا تھا۔" المیرا کا دل کیا اسکا سر سٹریٹ لائٹ میں دے مارے۔

www.novelsclubb.com

"تم کومازاور فل سٹاپ میں بات کیوں کرتے ہو۔ سسٹم میں پیٹرول کی کمی ہے کیا؟" لڑاکا عورتوں کی طرح کمر پر ہاتھ رکھتے آنکھیں چھوٹی کیں۔

دبیر اسے دیکھنے لگا۔پیار، نفرت، بیزاری کچھ نہیں تھی آنکھوں میں۔المیرا بھی ڈھیٹ بنی کھڑی رہی۔قریب سے گزرتے ایک اخبار والے نے سائیکل چلاتے گردن پھیر کر ان دونوں کا گھورنے کا مقابلہ دیکھا۔

اسی اثنا میں اس کی سائیکل کچرے کے ڈبے سے ٹھکی اور وہیں المیرا نے بیزار ہوتے آنکھیں پھیر لیں۔

"کون سی گواہی دینے آئے تھے؟"آگے پیچھے جھولتے آنکھیں مٹکائیں۔اس کو یہ گونگا تھوڑا تھوڑا اچھا لگا۔

"بے گناہی کی۔"المیرا کا غصہ آسمان کو چھو گیا۔دبیر ہڈی کی ٹوپی کو ناک تک کھینچتا دھند میں چلنے لگا۔

"میرا گھر اس طرف ہے۔"بمشکل ہی اپنا لہجہ وہ نارمل رکھ سکی۔اگر اسے پولیس کا ڈر نہ ہوتا تو دبیر السازار کی لاش کے چھوٹے چھوٹے ٹکرے کر کے اسکی کچرادان میں پھینک دیتی۔

"تو؟" دیکھنے کی بھی مروت نہیں کی۔

"تم مجھے چھوڑنے جا رہے تھے۔"

"کس نے کہا؟" ٹوپی کا کونا ہلکا سا موڑتے ایک آنکھ کی مدد سے دیکھا۔

"تم پولیس سٹیشن سے میرے ساتھ چل رہے ہو، ظاہر ہے مجھے چھوڑنے ہی جا رہے تھے نا۔" دبیر کچھ دیر تک سن رہا۔

"میں تو تم سے آگے تھا تم خود ساتھ آئی تھی۔" اسکی بائیں آنکھ پھڑک اٹھی۔

یہ آدمی اسکے صبر کا امتحان نہیں بلکہ پورا ابسٹکل کورس تیار کر چکا تھا۔

المیرا عنایت کو یونہی حیران پریشان چھوڑتے وہ آگے چلتا غائب ہو گیا۔ المیرا کو سمجھ نہیں آیا یہ اسکے ساتھ ہوا کیا ہے۔

www.novelsclubb.com

پہلے ایک آدمی اسکا اپنی برتھ ڈے پارٹی میں دماغ چاٹتا ہے، پھر دوسرا آکر اسے بغیر کسی وجہ کے پولیس کے حوالے کر دیتا ہے پھر تیسرا اسکو رہا کرواتا ہے اور بیچ راستہ میں اپنے سسٹم کی خرابی کی وجہ سے چھوڑ کر غائب ہو جاتا ہے۔

اسکو نئے سرے سے مردوں سے نفرت ہونے لگی۔ ''خدا نے نمونے بنائے اور پھر مردوں کو ان کی قدر میں اضافہ کے لیئے بھیج دیا۔'' غصہ پیتے وہ بس سٹیشن کی طرف چل دی۔

★★★★

www.novelsclubb.com

باب محافظ

ماہِ ملکہ میں شام کا کھانا پیش کیا جا رہا تھا۔ تخت پر مالک لوگ اور قطار در قطار پر عام رعایا موجود تھی۔ ایسے میں اگر کمرے کا جائزہ گل جان کی نظر سے لو تو وہ ہر کسی کے چہرے میں بس ایک خونی رشتہ کو تلاش کر رہی تھی۔ اپنی بہن یاسمین جان۔

المیرا نے اسے بتا دیا کے جو اس جہاز میں موجود ہیں وہ یہاں کے تمام رہائشی ہیں۔ یہاں کے علاوہ اسے اپنی بہن کہیں نہیں ملے گی۔

"کیا کسی نے کوئی شکایت درج کروائی۔" کپڑے سے گال تھپتھپاتے نگار نے ساتھ کھڑے دبیر سے سوال کیا۔ وہ سر جھکائے اپنے دبیر انداز میں کھڑا تھا۔ وہاں گل کی کھوج ابھی بھی اچھل اچھل کر جاری تھی۔

"نہیں۔" سر کو تائید میں ہلاتے اسے وہاں سے جانے کا اشارہ کیا۔ المیرا مکمل طور پر کھانے سے انصاف میں مصروف تھی۔

گل کے دل میں موجود مایوسی اس تفصیلی جائزہ کے بعد گہری ہو گئی۔ اس کی بہن یہاں بھی نہیں تھی۔ اونچے تخت کی ایک طرف کھڑی محافظ نے منہ پھلاتے دوسرے کونے پر کھڑے خادم کو دیکھا۔

www.novelsclubb.com

اسکے بجھے تاثرات سمجھتے فاطر نے اسے نگاہوں میں ہی تسلی دی۔ ابھی جو المیرا ہوتی فاطر کی جگہ تو اسکی کوشش کا مذاق بنا کر رکھ دیتی۔

عورتوں کو ان کے برتنوں میں کھانا ڈال کے دیتے مرد ایک کونے کی میز پر بیٹھے تھے۔ ان کا کام پہلے تمام عورتوں کے پیٹ بھرنا تھا اور پھر اپنی بھوک کو قدرے

مٹانا تھا۔ وہاں سب امن و سکون سے اپنا کھانا کھا رہے تھے تبھی کہیں دور سے آواز آئی۔ یک دم پلیٹ، چمچوں کی ہلچل سست ہوئی۔

"آزاد کرو مجھے۔"

"بچاؤ کوئی مجھے۔"

گردنیں آواز کے تعاقب میں مڑیں۔ ہال کا بھورا دروازے کھلا اور دو عورت سپاہی ایک قیدی کو گھسیٹتے اندر لا رہی تھی۔ ماہِ نگار یک دم المیرا کے سامنے آئی۔ اس قیدی کی حالت ابتر اور قابلِ ترس تھی۔ گل اپنا غم بھلائے اب اس آدمی کو حیرت سے دیکھنے لگی۔

www.novelsclubb.com

"کون ہے یہ اور یہ اندر کیسے آیا؟" ان سپاہی میں سے ایک فوج کی سربراہ کماری تھی۔

"یہ قیدی پچھلے پچیس منٹ سے یونہی چیخ رہا ہے۔ یہاں تک کے اس نے دو عورتوں کی گردنیں بھی دبوچی ہیں۔" سارا مجمع ایک طرف اور ملکہ ایک طرف۔ اسکے تاثرات کو اگر ایک لفظ میں بیان کیا جائے تو حیرت سے بہتر اور کوئی انتخاب نہ ہوگا۔ اسکے پیتل کے گلاس میں پانی ڈالتا فاطر اسلام منظر کے درمیان آرہا تھا۔

المیرا عنایت محسن نے کبھی خواب میں نہیں سوچا تھا کے وہ اس چہرے کو اپنے پرستان میں دیکھے گی۔

پری کو بس ہیرے کی خواہش تھی ہیرو کی نہیں۔

احسان بن نوفل کی گردن دبوچے کماری نے اسے گھٹنوں کے بل جھکنے پر مجبور کیا ہوا تھا۔

"جنم جنم جہاں جہاں کا ساتھ" لوگ صرف کہتے ہیں احسان بن نوفل نے تو پورا کر دکھایا۔

نگار نے اس قیدی کو نفرت سے دیکھا۔ سزا کے مشورہ کی خاطر ملکہ کی طرف پلٹی۔

"سپاہیوں پر ہاتھ اٹھانے والے ہر قیدی کی سزا موت ہے۔ ملکہ اگر آپ کہیں تو ہم اسے قتل کر دیں؟"

ملکہ کیا کہیں گیں وہ تو اس بغیر ٹر گروار ننگ والے پلاٹ ٹوسٹ سے ہی باہر نہیں نکل رہی۔

"بچاؤ مجھے!" احسان کی دل چیرنے والی پکار۔ المیرا کو اسکی نہیں اپنی فکر تھی۔

اگر جو یہ مجھے پہچان گیا اور اس نے سب بول دیا؟ کیا یہ لوگ مجھے ملکیت سے ہٹا دیں گیں؟ مجھے قید ہو جائے گی کیا؟ اس سے بھی برا، اگر میری گردن کاٹ دی تو؟

پہلے یہ بھمن ٹپک گیا اور اب اس احسان کو نازل ہونا تھا۔ ساری دنیا آخر اسکی دشمن کیوں بنی تھی؟

ہزار خیالات وہ بھی سیکینڈ کے ہزارویں حصہ میں۔ کوئی المیرا کو بتائے وہ گل نہیں۔

"ملکہ! ہم آپ کے حکم کے منتظر ہیں۔" اس بار ماہِ نگار کی آواز قدرے بلند ہوئی۔

"ہم اس قیدی کا فیصلہ بعد میں بھی تو کر سکتے ہیں۔" فاطر کی پیشکش کو سرے سے نظر انداز کر دیا۔ المیرا اپنی کرسی میں مزید دھنس گئی۔ گل نے اسے دیکھا، فاطر کی نظریں احسان پر تھیں، اپنی جگہ پر بیٹھا دبیر مچھلی کی بوٹی کھانے میں مصروف تھا، آگ لگے بستی میں، دبیر اپنی مستی میں۔

www.novelsclubb.com

زمین پر لیٹے قیدی نے اٹھنے کی کوشش کی۔ نیم وا آنکھوں سے اس نے سر اٹھایا۔ المیرا کا دل شدت سے دھڑکا۔ احسان اسے پہچان گیا تھا! اوخدا اس کی گردن اڑنے والی تھی۔

"ملکہ! وقت ضائع ہو رہا ہے۔ حکم دیں اپنا۔" احسان کے لب پھڑ پھڑائے، آنکھوں میں روشنی سی جاگی۔ "دوارالشمس۔ (سورج مکھی)" ہاتھ بڑھاتے اس نے مدد کے لیئے المیرا کو پکارا۔ آواز اونچی نہ تھی مگر اس کے وجود کو آندھی کی زد میں کرنے کے لیئے کافی تھی۔

"اگر میں اسے قتل نہیں کرواتی اور سوچنے کی مہلت لوں تو یہ تب بھی میرا اصل بتا دے گا۔ لیکن اگر..... اگر میں اس سے کوئی معاہدہ کر لوں تو؟" وقت گزر رہا تھا۔ پسینے نے اسکی گردن بھگو دی تھی۔ سب اسکی طرف متوجہ تھے۔

"ملکہ آپ کا حکم؟" نگار کی الجھن۔

"میں اسے غائب بھی تو کروا سکتی ہوں۔" المیرا کی کشمکش۔

"دوارالشمس۔" احسان کی اکھڑی سانسیں۔

www.novelsclubb.com

"یا پھر..... گونگا، ہاں میں بولنے کی صلاحیت چھین لوں تو یہ کسی کو بتا نہیں پائے گا لیکن.... لکھ کر تو دے ہی پائے گا نا۔" المیرا کا نیا ارادہ۔

"یہ اگر کسی پر حملہ کر سکتا ہے تو کل کو ہم میں سے کسی کو مار بھی سکتا ہے۔" عوام کی سرگوشیاں۔

"ملکہ ہمارے پاس وقت نہیں۔" نگار کی یاد دہانی۔

"ال۔میرا.....بچا۔ؤ.....۔" احسان کے آخری الفاظ۔

"قتل کر دو اسے۔" المیرا کا حتمی فیصلہ۔

www.novelsclubb.com

تین لفظ اور یوں کسی کی قسمت کا خاتمہ ہوتا ہے۔احسان نے مدد کے لیئے لب جدا کیئے، کماری نے زرہ سے تلوار نکالی، احسان کا اٹھا ہاتھ روشنی تلے آیا، کماری نے تلوار کے ایک وار سے اسکی گردن ہلاک کر دی۔

اسکے آدھے کھلے لب دیکھنے والے کی نگاہوں میں آخری منظر بن کر پیوست ہو گئے۔ہاتھ کے ناخنوں پر خون کے کچھ قطرے گرے۔روشنی تلے چمکتے ان کا رنگ گہرا تھا۔گناہوں سے گہرا،ناانصافی جیسا۔

خون کی کچھ بوندیں کماری کے زرہ سے بھی ٹکرائیں۔

بہت سونے آنکھیں بند کر لیں،بہت سونے اطمنان سے کام لیا اور کچھ اس سب کے عادی تھے۔

روشن دان سے آتی روشنی جیسے احسان کے لیئے تھے۔خون کے تلاب میں گرا اسکا ہاتھ اور ایک طرف ڈھلکی گردن پر سنہرے رنگ کا سایہ تھا۔جہاں کچھ سیکینڈز پہلے زندگی بول رہی تھی وہاں اب موت نے اپنی خاموشی تاری کر دی۔

المیرا کا دل ابھی بھی زور سے دھڑک رہا تھا۔کسی اور کی دھڑکن ختم کر کے شاید آپ مقتول کے حصہ کی بھی سانسیں لینے لگتے ہیں؟

اگر فاطر اور گل کی طرف آؤ تو بے یقینی ایک چھوٹا لفظ ہے غیر اعتباری اگر استعمال کیا جائے تو مناسب ہو گا۔ کیا جو یہ ہوا تھا وہ ان ہی کی آنکھوں نے دیکھا تھا یا یہ سب ایک خواب ہے؟

فاصلہ پر زمین بوس ہوئی لاش کا چہرہ دوسری طرف اور گردن چبوترے کی جانب تھی۔ خون کی ایک سست روی سی بہتی پھوار تھی جو اسکے گردن کے پچھلے حصہ سے نکلتی اسکے وجود کو مکمل بھگو چکی تھی۔

منٹوں کا کھیل تھا اور تازہ خون کی بو فضا میں گھل کر سب کچھ گھٹن زدہ کر گئی۔

گل اپنی نشست سے چار قدم آگے آئی سیڑھیوں سے جھانک رہی تھی۔ نیلی شفاف آنکھوں میں خوف اور سانس حلق میں مقید۔ کیا اسے بھی یونہی کسی انجان پَل میں بغیر جواز کے قتل کر دیا جائے گا۔ انسانی جان کی وقعت بس اتنی سی ہے کیا؟

احسان کی جلد پر خون کی ننھی بوندیں اور اسکے ارد گرد لوگوں کا جم غفیر تھا۔

"یہاں گستاخی کی سزا موت ہے۔" احسان کی موت عبرت کا نشان تھی۔ "جو بھی ناجائز فرار چاہے گا اسکے ساتھ یہی سلوک ہو گا۔"

دو نقاب پوش عورتیں آگے آتیں اب احسان کی لاش کپڑے میں لپیٹ رہی تھیں۔

فاطر اپنی جگہ پر جامد تھا۔ آنکھیں سامنے کے منظر سے ہٹنے پر انکاری۔ اس نے ایک اور قتل اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھا اور پھر بھی کچھ نہیں کر سکا۔

کیسا انسانیت کا علمبردار بنے گا تو!

ان تمام آدمیوں کو مقتل کی طرف لے جانا اور یہاں ایک آدمی کی گردن اڑا دینے میں فرق تھا۔ بلکل اتنا ہی جتنا اب فاطر اسلام کے یہاں سے نکلنے کے فیصلہ اور عمل میں رہ گیا تھا۔

وہ پہلی بار ماہِ ملکہ سے پر خوف ہوا۔ مگر اتنا نہیں.....کے اپنے فیصلہ سے ہٹ جائے۔

بلکہ اتنا کے اس ارادے پر مزید ڈٹ جائے۔

★★★★

www.novelsclubb.com

باب ملکہ

وہ جو رواں ہے زندگی کے راستے پر

بغیر کھوجے اپنا فرار

ماہ ملکہ اپنی تمام تر روشنیوں کے ساتھ سونے کی تیاری کر چکا تھا۔ ہر لمحہ دشمن کے وار سے خود کو بچاتے کچھ سپاہی عرشے کے ارد گرد کھڑے پہرہ دے رہے تھے۔

"محافظ تک میرا پیغام پہنچایا؟" ایسے میں اپنے حجرہ میں موجود ملکہ کی موٹی مخملی آواز سنائی دی۔

"جی ملکہ!" بالوں میں کھنگا پھیرتی المیرا نے شیشے میں بنتے بلبل کے تابعدار عکس کو دیکھا۔

www.novelsclubb.com

ہونٹوں پر ایک زبردستی کی مسکان سجا کر وہ اندر ہوتے انتشار کو دنیا کی نظروں سے ڈھکنا چاہتی تھی۔ احسان کی لاش آنکھوں کے سامنے بار بار کسی آسیب کی طرح منڈلاتی تو وہ خود کو یہ دلاسہ دے دیتی یہ المیرا نے نہیں ملکہ ماہ نے قتل کیا ہے۔

ویسے بھی جھوٹے دلاسہ دینے میں اس سے عمدہ کون تھا۔

زافرانی رنگ کا ریشمی گاؤن پہنے اس نے ایک آخری مرتبہ اپنے چھوٹے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔ گھنے بال جو انتہا کے سیدھے اور خوبصورت، نجانے اس نے کٹوا کیوں دیئے۔

تبھی دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔ کمرے کے فسوں خیز ماحول اور موتیا کی بھینی خوشبو میں گل جان داخل ہوئی۔ المیرا مسکرا کر کرسی سے اٹھی اور بلبل کو باہر جانے کا اشارہ کیا جس نے تعظیم دی اور جھکی ادا کے ساتھ کمرے سے نکل گئی۔

اب گل تھی اور المیرا۔

www.novelsclubb.com

"آج تم آئی نہیں خود، دبیر کے پاس حاضری لگوانے نہیں جانا؟" آگے بڑھتے خلوص سے اس نے گل کے بازو میں بازو ڈالا جب یک لخت ہی گل نے اسے دھکا دیتے خود سے دور کیا۔

المیرا کے تمام اندیشے درست ہو رہے تھے۔ گل کی آنکھیں سرخ، پلکیں بھیگی اور چہرہ غیر انسانی طور پر سفید۔

"دور رہو مجھ سے۔" آواز کسی سسکی سے کم نہ تھی۔ "انسانی جان کی تمہارے نزدیک کیا اہمیت ہے یہ میں آج جان چکی ہوں۔ مجھے تم جیسی بے حس، لالچی اور خود غرض عورت کے ساتھ کہیں نہیں جانا۔" انگلی اٹھائے وہ اتنی شدت سے ضبط کرتے بول رہی تھی کے گال دھک کر سرخ پڑ گئے۔

المیرا اسے اداسی سے دیکھ رہی تھی جبکہ در حقیقت اندر ہی اندر وہ سہم کر بلکل لاجواب ہو چکی تھی۔ "کیا ہو گیا ہے گولڈن گرل وہ ایک عام انسان تھا۔"

"عام ہو یا خاص..... تھا وہ ایک انسان ہی۔" چیختے ہوئے اسکی بات کاٹی۔ آنکھیں دوبارہ بھیگ گئیں۔ وہ نجانے کب سے بیٹھ کر روئے جا رہی تھی۔ بھلے سے اسے اس شخص کا نام پتہ کچھ معلوم نہ ہو مگر انسانیت کا جذبہ گل جان کے اندر تمام احساسات پر بھاری تھا۔

کچھ دیر المیر صبر کرتے اسے دیکھتی رہی۔ گل کا یہ اونچا لہجہ اور کوستی نگاہیں اس کی انا مجروح کر رہی تھیں۔ ”یہ سب... ملکہ ماہ نے کیا ہے..... میرا اس میں کچھ لینا دینا نہیں۔“

”تو ملکہ ماہ بھی تو تم ہی ہو۔“ فوراً سے آگے آتے اس نے انگلی سے المیرا کے ماتھے کو ہلکا سا جھٹکا دیا۔

برداشت کرتے وہ چھبیس سالہ عورت لب سی گئی۔ نہیں وہ اپنے غصے کا اظہار نہیں کر سکتی، زندہ رہنے کے لیئے لوگوں کا ساتھ اسکی بنیادی ضرورت تھا۔

گہری سانس لیتے اس نے مشتعل جذبات کو قابو کیا۔ ”میں نے اگر اس آدمی کو مروایا ہے تو میں تمہیں بھی نہیں بخشوں گی۔“ مسکراتے ہوئے وہ اسے خبردار کر رہی تھی۔

گل ایک ہونٹ اوپر کرتے حقارت سے مسکرائی۔ ”مار دینا، جو دل میں آتا ہے کرنا۔ فاطر سر کو مارو، مرضی ہے تمہاری۔ دبیر کی گردن کاٹنی ہے، بی مائے

گیسٹ۔"ایک جنون سا تھا جس میں ڈوبی وہ اس وقت بہادری کی آخری سطح پر تنہا تھی۔"مگر اب میں..... تمہارا کسی کام میں ساتھ نہیں نبھاونگی۔فاطر سر سہی کہتے ہیں، تم تو کسی کو بھی بیچ کھاؤ..... تمہارا کیا بھروسہ۔"طنز کرتے کندھے اچکائے۔

وہ نہیں جانتی تھی وہ کیا بول رہی ہے، معلوم تھا تو بس کے المیرا کے چہرے اور وجود سے اٹھتی گھن اور غلاظت اس کا دم گھوٹ رہی تھی، اتنا کے ایک چھت تلے اس کے لیئے سانس لینا بھی دشوار تھا۔

کچھ دیر المیرا خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھتی رہی جہاں ندامت تو کیا دور دور تک خوف کا بھی تاثر نہیں تھا۔اسکے پہلو میں گرا ہاتھ ہلکا سا لرزا۔کیا گل جان اس کے دیئے ذہنی تناؤ سے آزاد ہو رہی تھی؟ کیا اب المیرا اسے اپنے مطلب کے مطابق استعمال نہیں کر سکے گی۔

ایک الوداعی جتاتی نگاہ اس پر ڈالتے وہ دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ پلٹتے ہوئے اسکی چٹیا المیرا کی ناک پر زور سے لگی جس کے باعث وہ چہرے پر ہاتھ رکھتی جھک گئی۔

"کمینی عورت۔" ناک پر ہاتھ کے باعث اس کی آواز ایک دبی ہوئی چیخ سی نکلی۔

اسے یقین نہیں آرہا تھا کوئی اسے انکار بھی کر سکتا ہے۔ کوئی المیرا کے ساتھ سے انکاری تھا۔ وہ تو دوسروں کے لیئے اتنا جھکتی تھی اسکے باوجود بھی اسے یہ صلہ ملا۔

سوچ سوچ کر اسکا سارا وجود کانپنے لگا۔ آنکھیں طیش سے بھرپور بند دروازہ دیکھ رہی تھیں۔ کسی نے المیرا پر دروازہ بند کیا۔ وہ تو اپنے ہر دروازے سے لوگوں کو خوش آمدید کہتی ہے، اس سب کا یہ پھل ملا۔

www.novelsclubb.com

ساتھ رکھے میز کی طرف مڑتے اس نے پھلوں کی ٹوکری سے تیز دھار چاقو اٹھایا اور پھرتی سے اسے دروازے کی طرف اچھالا۔ چاقو کی نوک بلند آواز کے ساتھ دروازے کی لکڑی میں کھب گئی۔ گہرے گہرے سانس لیتی المیرا کو دیکھ کر یوں لگتا تھا وہ عقل سے ہاتھ دھو بیٹھی ہے۔

طاقت ایک نشہ تھا جسے گھنوٹ در گھونٹ المیرا عنایت محسن اپنے وجود میں اتارتے خمار آلود ہو رہی تھی۔ لوگوں کو اپنے مفاد کے لیئے استعمال کرنے والی یہ عورت کبھی نہیں مانے گی کے وہ جس راہ پر سر اٹھا کر چل رہی ہے وہاں..... کچھ پل کی خوشی سے زیادہ کچھ نہ تھا۔

★

دوسرا دن تمام ہوا۔اس جہنمی قید سے رہائی میں بس چوبیس گھنٹے باقی تھے مگر اب تک فاطر اسلام کے پاس ثبوت کاث بھی جمع نہیں ہوا تھا۔

الٹا، بدن کا پور پور زخم آلود اور خراشوں کا مکن بن چکا تھا۔ابھی ذرا ملکہ کے کمرے سے منسلک چھوٹے سے کمرہ کا رخ کرو تو تمہیں اس کال کوٹھری کی میز پر ایک موم بتی دکھے گی جسکی لو پگھل کر نیچے پھسل رہی تھی۔ شلع روشن تھا اور اسکی گرمائش کمرے میں گھٹن پھیلا چکی تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اس سے لاپرواہ کمرے کا مکین ایک پاؤں دوسرے گھٹنے پر رکھے نجانے کونسی دوائی اپنی ادھڑی ہوئی ایڑیوں پر مسل رہا تھا۔ حکیم نے لگتا ہے شفا سے زیادہ بدبو گھول کر اسے تھمائی تھی۔

فاطر ابوالاسلام کے چہرے کے تاثرات اکڑے ہوئے اور ناک حتی المکان کوشش کرتے بند رکھی تھی۔ انگلیوں سے دوائیں لگاتے وہ قے کرنے سے خود کو روکے ہوئے تھا جب اونچی آواز میں اس سلاخ دار کمرے کا دروازہ کھلا اور زیورات کی چھنکار ہوئی۔

فاطر اسلام آواز سے ہی آمد کو پہچان چکا تھا، لب خود بخود پتلی لکیر میں سل گئے۔ المیر اجہاں جاتی شور اور ہلچل بغیر کسی قرض کے پھیلا آتی۔

اس شمع والے کمرے میں اب کے ایک اور شخص کا اضافہ ہوا۔ چھوٹا قد اور فربہ وجود والی ریشمی لباس کی ملکہ مسکرا کر اپنے خادم کی پشت کو دیکھ رہی تھی۔ یہ خیال

اس کے اندر نئی روح پھونک دیتا کہ اسے قید میں رکھنے والے انسان کی زندگی اب اسکی مٹھی میں مقید ہے۔

"شب بخیر خادم!" آگے آتے المیرا اسکے میز کے ساتھ والی دیوار کے ساتھ کھڑی ہوئی۔

فاطر نے حکیم کی دوائی کی ڈبی غصہ سے بند کی اور میز کی ایک طرف سے کپڑا اٹھاتے پاؤں پر لپیٹنے لگا۔ آج وہ اس فضول عورت کو جواب نہیں دے گا۔

"گھبراؤ نہیں، یہ ملکہ کافی سخی ہے تم اسکے سامنے منہ کھول سکتے ہو۔" زور سے کپڑے کی گراہ لگاتے اس نے المیرا کی سخاوت کا جواب یوں دیا۔

"شاعری کر رہے تھے کیا؟" میز پر موجود کاغذات کو چھیرتے وہ اسے بولنے پر اکسا رہی تھی۔ اپنی بات کے جواب میں خاموشی اسے بری طرح کاٹتی تھی۔

"ویسے اب تک کتنی کتابیں چھاپ چکے ہو؟" یہاں اس نے ایک کاغذ کو اٹھاتے موم بتی کے قریب کیا وہیں فاطر کی برداشت کا پیمانہ لبریز ہوا۔

"کیوں آئی ہو اب؟" ہاتھ سے کاغذ جھپٹتے اس نے میز پر بکھری چیزوں کو سمیٹنا شروع کیا۔اب کے المیرا دل کھول کر مسکرائی۔

"خاموشی مجھے چبھ رہی تھی تو سوچا میں اکیلے کیوں تڑپوں۔" دیوار کے ساتھ ٹیک لگاتے اس نے اپنے کندھے تک آتے بالوں کو جھٹکا دیا۔

فاطر نے زہر خند انداز میں مسکراتے حکیم کی دوسری دوائی اٹھائی۔"تو جاؤ کسی اور کی گردن اڑا آؤ۔" الفاظ تھے یا سیمینٹ المیرا جگہ پر اکڑ گئی۔مسکراتے ہوئے ہونٹ یک دم جدا ہوئے۔اپنی جگہ پر بیٹھے وہ اب اس گلابی پیسٹ کو انگلیوں پر لگانے لگا۔اس کی بدبو قدرے کم تھی۔المیرا کے لب ہلکے سے پھڑپھڑائے جس موضوع کو وہ نظر انداز کر رہی تھی فاطر اسے چھیڑ کر آمادہ ہو گیا۔اسے بھلے المیرا کی بے سکونی سے کیا غرض۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کمرے میں جلتی شمع میز پر منعکس تھی۔دیوار میں موجود روشن دان سے آتی نیلی روشنی ان دونوں سے دور تھی مگر اندھیرے میں وہ پھر بھی نہ تھے۔المیرا نے سوکھے لبوں پر زبان پھیری، کیا گھبراہٹ اسکے وجود کا حصہ بن رہی تھی؟

"گل مجھ سے بات۔۔۔بات نہیں کر رہی۔"لکڑی کے میز پر انگلی سے دستک دیتے اسکی آواز اتنی اونچی نہ تھی کے آرام سے سنائی دے۔فاطر نے غیر دلچسپی سے انگلیوں کی مرحم پٹی کرتے اسے دیکھا۔

المیرا نے نگاہیں ملاتے اسکے چہرے کے تاثرات ٹٹولے۔وہ اس قدر تنقید سے کیوں دیکھتا تھا؟المیرا نے نظریں فوراً پھیر لیں۔کیوں تھی ان سنہری آنکھوں کے پیچھے اتنی شدت کہ لگتا تھا وہ سورج کی روشنی کو قابض کر کے اپنی روشنائی بنا لے گیں۔

وہ روشنائی جس سے فاطر حرف بہ حرف اس کے اعمال نامہ کا جائزہ لے گا۔

ایک گہری سانس فضا میں خارج کرتے وہ اپنی جگہ سے اٹھتے کمرے میں رکھے ٹھنڈے پانی کے مٹکے تک گیا۔ ''تم کیوں آئی ہو المیرا؟'' پہلی مرتبہ اسکی آواز میں المیرا کے لیئے خار کے بجائے خیر کا جذبہ تھا۔

''گل کہہ رہی ہے میں قاتلہ ہوں۔'' المیرا کو کسی کے الفاظ سے فرق پڑ رہا تھا؟ متوازی دنیا کے متوازی جذبات۔

''تم نے قتل تو کیا ہے۔'' کپڑا گیلا کرتے اس نے پانی کے اوپر ہی نچوڑا۔

''وہ ایک قیدی تھا۔'' نازک دلیل، بے وجہ کا مضبوط لہجہ۔

''تمہیں کیسے معلوم۔''

''نگار نے کہا تھا اور تو۔۔۔''

''تمہیں کیسے معلوم نگار سچی ہے؟'' وہ جو اپنی بات کہتے آگے بڑھ رہی تھی فاطر کی بات کاٹنے پر قدم کرسی کے قریب ٹھہر گئے۔

www.novelsclubb.com

وہ آدمی اب گیلے کپڑے کو کہنی پر رکھے اپنے بستر پر بیٹھ چکا تھا۔ ”تمہیں کیسے معلوم یہ سب سچ ہیں؟ تمہیں کیوں یقین ہے یہ جو سب وجود رکھتا ہے، یہ جو تم ملکہ ہو یہ سب حقیقت ہے؟“ المیرا کے خزانہ میں آج کہانیوں کی قحط سالی آگئی۔ کرسی پر ہاتھ رکھے وہ فاطر کو لاجواب ہوئے بس دیکھی جا رہی تھی۔

”صاف صاف بولو المیرا عنایت محسن تمہیں کہانیوں کا سہارا چاہیے۔ تم جہاں دوسروں کے دماغ سے کھیلتی ہو وہاں تم نے خود کے ذہن کو بھی جھوٹ کا عادی بنا دیا ہے۔“ آج عدالت اسکی تھی، آج آئینہ وہ دکھائے گا۔ المیرا کو بے اختیار اس دن اسوان کا وہ سمندر یاد آیا۔

www.novelsclubb.com

”اس قیدی کو تم نے اس لیئے نہیں قتل کروایا کے وہ قیدی تھا۔ تم نے اپنے خوف کے ہاتھوں اسکا گلہ گھونٹا ہے۔“ المیرا کے قدم ڈگمگائے تو اس نے دوسرے ہاتھ سے بھی کرسی تھام لی۔ کیا فاطر احسان کو پہچان گیا تھا؟ کوئی المیرا کو نہیں جانتا تھا تو یہ انسان کیسے اسکا عکس بغیر داغ کے اسے دکھا رہا تھا۔

"جانتی ہو وہ خوف کیا تھا؟" دوسری کہنی سے بھی یونہی مٹی صاف کرتے اس نے کپڑے کو آہستہ سے بازو پر تھپتپایا۔ "یہ تاج اور طاقت تمہاری محرومیوں کو چھپانے کے لیئے ایک اور کہانی ہے۔" امبر نگاہیں ہیزل آنکھوں کو دیکھتے وثوق سے کہہ رہی تھیں۔ تو اس نے احسان کو نہیں پہچانا؟ یا اللہ اس آدمی کی یاداشت کتنی کمزور تھی۔

"تم اگر اسے نہ مارتی تو شاید نگار تم سے یہ مقام چھین لیتی۔ اپنی غلطیوں اور گناہوں کا بوجھ دوسروں پر ڈالنا چھوڑ دو گناہ گار تم ہو۔ own your evils and correct them.(اپنی برائیوں کو اپناؤں اور درست کرو)۔" اس مرد کے پر کشش نقوش کو چھوتی چاندنی دور کھڑی عورت کے پشت سے ٹکرا کر ہی اس تک آرہی تھی۔ المیرا ہمیشہ فاطر اور روشنی کے درمیان آجایا کرتی تھی۔

www.novelsclubb.com

"تم بھی تو اپنی دلیل سہی ثابت کرنے کے لیئے بہانے تلاش کرتے ہو اگر میں نے ایک خواہش کو پانے کے لیئے کسی کو گرا دیا تو غلط کیا۔" اپنی جگہ سے کھڑا ہوتے وہ مسکرا رہا تھا۔

"ابھی بھی مجھے ہی الزام دو گی۔" اس مسکراہٹ نے المیرا کی بہادری کو چاروں شانوں سے چت کر دیا اور اسی وقت وہ اس راز سے آشنا ہوئی کے کیوں وہ فاطر اسلام سے اس شدت کی نفرت کرتی ہے۔

فاطر ہمیشہ اسے حقیر جانے گا۔ پھر چاہے وہ تاج کی مالکن ہو یا سلاخ دار قیدی۔ وہ اس آدمی کی توثیق کی کبھی حقدار نہیں ہو گی۔

www.novelsclubb.com

"میں خود کو دوسروں کی خوشی یا ان کی مرضی کے مطابق بدلتا نہیں۔" کپڑا پھیلاتے اس نے رخ پھیرا۔ المیرا بہت غور سے اسکی ہر ایک حرکت دیکھ رہی تھی۔ "تم جتنی مرضی دھوکہ باز بن جاؤ رہو گی people pleaser ہی۔ زندگی میں کب تم نے کچھ اپنی کاملیت کے لیئے کیا ہے؟"

وہ سہی تو کہہ رہا تھا۔المیرا عنایت محسن کی ساری زندگی دوسروں کی ذات میں اپنی ذات کو تلاش کرنے میں گزر گئی تھی۔وہ جو ہنس کر کڑوی باتیں ٹال دیتی تھی اسے لوگوں کے خلاف نہیں جانا تھا۔وہ جو ہر کسی کے سامنے ایک نیا روپ اوڑھ لیتی تھی،اسے اپنا اصل دکھانے سے خطرہ تھا۔اسی سچائی اور جھوٹ کے کھیل میں دوسروں کا مذاق بنانا اور ان کو وقتاً فوقتاً نیچا دکھانا اس نے اپنی فطرت کو مطمئن رکھنے کے لیئے حل بنالیا۔

المیرا خود سے برتر اور خود سے اول کسی کو نہیں دیکھ سکتی تھی۔اپنے وجود کے سامنے اس کے لیئے سب بے معنی تھا۔

www.novelsclubb.com

"تم مجھے جانتے ہی کتنا ہو۔"بہت مشکل سے اس نے یہ چند الفاظ کہے۔اسے ڈر تھا اگر وہ کچھ دیر یہاں ٹھہری تو اسکی بنائی تاش کی دنیا فاطر اسلام بکھیر دے گا۔

اپنا لباس سنبھالتے وہ تیز قدم اٹھاتی جیسے آئی تھی واپس چلی گئی۔کپڑے سے بازو صاف کرتے مرد کے ماتھے پر ہمیشہ کی طرح ایک گول لٹ ہل رہی تھی۔

اسکی نگاہیں مضبوط اور ماتھے کی لکیریں نمایا تھیں۔وہ جب سے کھانے کے ہال سے آیا تھا اس میں کچھ مر چکا تھا اور وہیں کسی نئے خیال نے زندگی پائی۔

احسان کی لاش نفرت کے تابوت میں نکلے آخری کیل کو دوبارہ سے اسکی جائے وقعہ پر ٹھوک چکی تھی۔اب وہ تابوت بند تھا اور اس میں موجود انسانیت کا وجود مردہ۔

"میں نے تم سے زیادہ آج تک کسی سے نفرت نہیں کی المیرا عنایت محسن۔"

اسکے لیئے ساری دنیا ایک طرف اور المیرا ایک طرف تھی۔ہر انسان امن اور سلامتی کا حقدار تھا سوائے المیرا کے۔

وہ سب سے جدا تھی، جدا ہے اور جدا ہی رہے گی۔

★★★★

www.novelsclubb.com

باب محافظ

خون کی بو فضا میں زندہ تھی یا پھر یہ اس کے دماغ کا خود تخلیق کردہ جھول تھا۔

اقامتہ میں موجود اپنے بستر کے ساتھ وہ کسی ہارے ہوئے کھلاڑی کی طرح اداس بیٹھی تھی۔ گھٹنوں پر گال رکھے، بازو ٹانگوں کے گرد لپیٹے۔ بھوری فراک کا کونا اس کے پاؤں کو چھپائے ہوئے تھا جہاں سورج کی کرنیں آکر ٹھہر رہی تھیں۔

وہ جب سے جاگی تھی تب سے یونہی بیٹھی تھی۔ اب اس کا ایک ہی مقصد رہتا تھا، یہاں سے فوراً فرار۔

پردے ہٹاتے کمرے میں شہزادی عبیل داخل ہوئی۔ ہاتھوں میں بغیر خوشبو والے پھولوں کا گلدستہ جس پر وہ نہایت عقیدت سے ہاتھ پھیر رہی تھی۔ گل کو یوں بیٹھا دیکھ کر وہ ٹھٹک کر رکی۔ ”یہ آج اپنی مشق کرنے نہیں گئی؟“ ساتھ رکھے تیر کمان کو دیکھتے اس نے یہی اخذ کیا۔

اپنے بستر پر بیٹھتے اس نے وہی پھول باری باری گھنی چوٹی میں لگانا شروع کیئے۔ جھکی گردن والی گل کو عبیل کافی دیر تک دیکھتی رہی۔ مگر جب اس سے رہا نہ گیا تو بستر سے اٹھتے قریب آئی اور گل کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"گل؟" خالص فکر مند لہجہ۔ دوسری طرف سسکی بلند ہوئی، شکوؤں اور نامکمل خواہشات کے غم سے بھری ہوئی۔

وہ گھوم کر دوسری طرف آئی اور ٹھوڑی کی مدد سے چہرہ اٹھایا۔ وہ بھیگا ہوا تھا نجانے گل کب سے یوں گھٹ گھٹ کر رو رہی تھی۔ عبیل کی گود میں چہرہ چھپاتے وہ دوبارہ رونے لگی۔

"کوئی اتنی بے حسی..... سے کیسے قتل کر سکتا ہے۔ کیا.... یہاں کسی کے سینے میں دل نہیں؟" ہچکیوں کے دوران اس نے سوال کیا۔ عبیل کی ساری پریشانی لمحہ میں غائب ہو گئی۔ گل کے سنہری بالوں پر ہاتھ پھیرتے وہ خاموش رہی۔

کافی دیر تک آنسو بہانے کے بعد اس نے بالآخر ان پر قابو پایا۔ وہ دوسروں کے سامنے نہیں روتی تھی، یہ کیا کر دیا اس نے۔

"آج تک کوئی قتل نہیں دیکھا کیا؟" بہت نرمی مگر ہلکے سے تجسس کے ساتھ اس نے سوال کیا۔ گل نے جواب دینے کے لیئے چہرہ پھیرا۔

"میں تمہاری طرح ایک شہزادی نہیں۔"

"کوئی بات نہیں، عادی ہو جاؤ گی۔" اسکی گود سے چہرہ اٹھاتے وہ صاف کرنے کی نیت سے کمرے کے درمیان میں موجود پانی کی طرف بڑھی۔

"ایسے ظلم کی میں کبھی عادی نہ ہوں۔" خود کلامی جسے عبیل نے سن لیا۔

"سب شروعات میں یہی کہتے ہیں۔"

"میں ان سب جیسی نہیں۔" منہ دھوتے اسکی آواز دب گئی۔

("میں ملکہِ ماہ تمہیں اپنی تمام رعایا اور وزراء کی موجودگی میں مشیرِ خاص کا مقام دیتی ہوں۔ تمہیں یہ ذمہ داری مبارک۔" سنہری پوشاک ادوب کے کندھوں پر پھیلاتے ساتھ ہی ہال کمرہ تالیوں سے گونج اٹھا۔ ادوب کے چہرہ کی خوشی قابلِ رشک تھی۔ دور کھڑی نگار کی خالی نگاہوں میں جھانکتے المیرا اسے اپنی طاقت اور مقام جتا رہی تھی۔ کچھ دیر پہلی ہوئی اپنی اور نگار کی گفتگو یاد آئی۔

" میں آپ کی خون شریک بہن نہیں اور نہ ہی ماہِ کامل آپ کی بہن تھی۔۔۔۔(نگاہیں پھیر کر پردوں کو دیکھا) وہ باغی میری سگی بہن تھی۔" المیرا نے سمجھ کر سر ہاں میں ہلا دیا۔ وہ اپنا ادوب کے حوالے سے فیصلہ سنانے آئی تھی۔ خلاف توقع نگار نے کوئی احتجاج نہیں کیا تو المیرا کا مزہ پھیکا ہوا۔

" تو ماہِ کامل کا انجام کیا ہوا؟" اس سوال پر اسکی بہن خاموش ہو گئی۔

" جو اس نے پایا ہے وہ آپ نہیں چاہے گیں ملکہ۔ "

" یہ ہدایت ہے یا تنبیہ ؟" نگار کچھ لمحے اسے دیکھتی رہی اور پھر دو قدم پیچھے ہٹی۔

" زندگی سنوارنے یا اجاڑنے کے درمیان کا پل صراط۔"

" اور اگر میں وہ سب کروں جو ماہِ کامل نے کیا۔۔۔۔ تو؟"

" تو یوں سمجھیئے گا آپ پل صراط پار نہیں کر سکیں۔" ٹھنڈا، برفیلا، پختہ لہجہ۔ یہ عورت چٹانوں جتنی سخت تھی۔)

عبیل کی کھنکتی ہنسی نے لمحے کے لیئے اس کے ہاتھ روک دیئے۔ گہرے نیلے رنگ کے لباس میں اسکی موٹی چٹیا سے لگے پھول بھورے رنگ پر بھلے لگ رہے تھے۔

"ہنسی کیوں؟" سوال پر اسکی کھلکھلاہٹ قہقہ میں تبدیل ہو گئی۔ "تم پیاری باتیں کرتی ہو۔" گل کے گال تعریف پر سرخ ہوئے۔

"ویسے ایک بات بتاؤ۔" چٹیا کے بندھے بال کھولتی گل جان نے اسے کہنے کا اشارہ کیا۔

" یہ فاطر اسلام کے خاندان میں کون کون تھا۔" گل کا کنگھی تک جاتا ہاتھ خود بخود رک گیا۔ الجھ کر اس نے شہزادی کو دیکھا۔ "تم اتنی دلچسپی کیوں لے رہی ہو ان میں، کل نام پوچھا تھا اور اب یہ؟"

"میں تو سب میں لیتی ہوں۔ اس میں نیا کیا ہے؟" گل کی الجھن اسکی دلیل کے باوجود بھی دور نہ ہوئی۔

(''یاخدا۔'' پیاز کاٹتے چھری اسکی انگلی پر لگی تو فوراً ہاتھ دور کر لیا۔ صبح سے لگنے والا گیارہواں کٹ۔ کل اور پرسوں سے زخموں کی تعداد میں کمی آچکی تھی۔

سر جھٹکتے اس نے دوبارہ پیاز کاٹنا شروع کیئے جب کھانے کا نگران ذبیح اللہ ایک عورت کے ساتھ چھوٹے سے باورچی خانے میں داخل ہوا۔ برتن دھونے والے ایک مرد کے ساتھ وہ عورت جا کر بیٹھتے اسکی مدد کرنے لگی۔

دو دن سے وہ روز یہاں نیا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

فاطر نے قریب سے گزرتے نگران سے سوال کیا۔ ''ہر روز کوئی نئی عورت برتن دھونے آتی ہے کیا؟'' ذبیح اللہ ان سنی کرتا آگے بڑھ گیا۔ فاطر ہکا بکا پلک تک نہ جھپک سکا۔ کمال ہے، ایک بھائی کی خاموشی شروع نہیں ہوتی تو دوسرے کی ختم نہیں ہوتی۔)

''وہ فرار ہونا چاہتا ہے نا یہاں سے؟'' چھت کو گھورتے عبیل جیسے گل سے زیادہ خود سے بات کر رہی تھی۔ سست روی سے بالوں میں انگلیاں پھیرتے گل نے اسے

شیشے کی مدد سے دیکھا۔ ”بے وقوف ہے وہ! (اگر جو یہ فاطر سن لیتا تو اسی پانی کے مٹکے میں عبیل کی لاش تیرتی ملتی) واپس جا کر اسے ملے گا کیا۔ اب تک تو اس کے خاندان والے فاتحہ پڑھ کر اسے بھول چکے ہونگے۔“ بستر پر چت لیٹتے وہ خود سے باتیں کر رہی تھی۔ گل خاموش سامع بنی اپنے بال سیدھے کرتی رہی۔

(شکایت گاہ میں آج حبس کچھ زیادہ ہی تھی۔

”کل میرے سامنے ایک ملازم نے گھٹ گھٹ کر جان دی ہے۔ مجھے لگتا ہے جہاز میں کوئی وبا آگئی ہے۔ صبح سے میرا دایاں ہاتھ بھی سن ہے۔“ وہ کوئی ڈرا سہما سا آدمی تھا جو دبیر کو اپنے راز میں حصہ دار بنانے آیا تھا۔ ”ہم نے یہاں کے نگران کو بھی بتایا ہے مگر اس نے ان سنی کر دی۔ اب آپ ہی ملکہ تک ہمارا مسئلہ لے جا سکتے ہیں۔ کیا ہماری زندگیوں کی کوئی وقعت نہیں؟ کیا ہم بے معنی ہیں؟ مجھے یوں بے نام موت نہیں مرنا۔“ دبیر نے جواباً اپنے صفحے پر بناتی تصویر کو سیاہ رنگوں سے بھرا۔ وہ کسی لڑکی کا آدھا ادھورا نقش تھا۔)

"اسے کہو، بھول جائے اب ماضی کو۔ یہیں اپنی نئی زندگی کی شروعات کرے۔" گل اسکی طرف پیٹھ کیئے بیٹھی تھی ورنہ عبیل کی آنکھ سے نکلتا بھوری جلد پر پھسلتا آنسو ضرور دیکھ لیتی۔

عبیل نم آنکھوں سے چھت کو دیکھتے مسکرا رہی تھی۔

"تم نے اپنی ریاست سے غداری کیوں کی؟" بہت دنوں سے ذہن میں گردش کرتا سوال آج زبان پر آ ہی گیا۔

"وہ میرا گھر نہیں تھا، یہ ہے۔ میں کھو گئی تھی وہاں مگر مجھے واپس یہیں آنا تھا۔" آنکھوں سے آنسو پتلی سی لکیر میں بہتے بالوں میں جذب ہو چکے تھے۔ گل کا چہرہ جھکا رہا، کھلے بال ایک کندھے پر بکھرے رہے۔ خون کی بوند دوبارہ اعصاب پر بھاری ہونے لگی۔

"تم مجھے الجھا رہی ہو۔" تھکن زدہ اعتراف۔

"زندگی ایک الجھن ہی تو ہے۔" بھوری چمکتی نگاہیں شاید ماضی کے سفر پر تھیں۔ وہ ہنسی، روئی، مسکائی..... عجیب ہی بے بیان سی کیفیت تھی۔

نیلی آنکھیں ماضی میں قید تھیں، نہ خوف میں کمی آئی نہ ارادے ڈگمگائے۔

★★★★

www.novelsclubb.com

باب ملکہ

پھر چاہے پلٹ جائے من موجی کو وہ چال

اور گردن تک آ جائے تلوار کی دھار

"مجھے تم جیسی بے حس، لالچی اور خود غرض عورت کے ساتھ کہیں نہیں جانا۔"

گندمی رنگ کے لباس میں موجود ملکہ کسی غیر مرائی نقطہ پر غور کر رہی تھی۔ یہ جہاز کا وہی کمرہ تھا جہاں میز پر موجود نقشے پر مختلف مہرے بچھے تھے۔

"عام ہو یا خاص..... تھا وہ ایک انسان ہی۔"

کل سے آج تقریباً بیس گھنٹے ہو چکے تھے مگر وہ تو جیسے وقت میں قید ہو چکی تھی۔ یقین ہی نہیں آ رہا تھا کسی نے اسے انکار کیا، المیرا کو۔

"آپ لوگ اب باقی کی زندگی ایک بحری سفر میں تو نہیں گزار سکتے۔" قہوے کی پیالی کو نقشے کے ایک طرف رکھتے بھمن کوسب نے دھیان سے دیکھا سوائے المیرا کے۔ اس نے صبح سے اب تک گل جان کو نہیں دیکھا۔ وہ اسے اپنی طرف سے نظر انداز کر رہی تھی کیونکہ المیرا کو معلوم تھا جونہی وہ سامنے آئی گی خود پر

چڑھایا یہ ہشاش بشاش خول توڑتے وہ اپنے اندر چھپے نفرت اور شر کو باہر آنے سے روک نہیں سکے گی۔

"ہمارا مقصد واضح ہے۔اپنے مقام کو دوبارہ سے پانا اور اپنی سرزمین پر قدم واپس جمانا۔" یہ خود مختار لہجہ ہمیشہ کی طرح نگار کا تھا۔دو دن میں بھی اسے بھمن کی آمد ہضم نہیں ہوئی، وہ عورت واقعی ہی روایات کی سگی تھی۔

اسکی بات پر بھمن مسکرایا اور قہوہ کی پیالی لبوں تک لے کر گیا جب اسکی نظر سامنے بت بنی المیرا پر پڑی۔"آپ کی کیا رائے ہے ملکہ؟"

وہ میز کے دوسری طرف خاموش تھی۔"کوئی المیرا کو انکار کیسے کر سکتا ہے؟ یہ کیسے ممکن ہے کوئی اسکے سامنے ڈٹ جائے۔کیا اس کا لوگوں پر سے اختیار ختم ہو رہا ہے۔مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ تو طاقت ور ہے، لوگوں کے دماغ کی ڈوریں ہلانے میں تو وہ کمال رکھتی ہے۔"

"ملکہ؟" ادوب نے اسے پکارا۔

"نہیں نہیں یہ گل کا صرف وقتی جذبہ ہے۔وہ واپس آئے گی آخر کوئی المیرا کو کیسے بھلا سکتا ہے؟"

"ملکہ۔" ایک اور بار متوجہ کرنے کی ناکام کوشش۔

"اور اگر وہ نہ آئی تب۔۔۔۔المیرا لوگوں کے بغیر کچھ نہیں۔اسے لوگ چاہیئے، تعریف، ستائش اس سب کے بنا وہ نامکمل ہے۔"

"ملکہ!" نگار نے اسے جھنجوڑا تو وہ کانپ کر حال میں لوٹی۔

"ہونہہ۔" غائب دماغی سے جواب دیا کیونکہ اس وقت اسکا وجود سوالات کی آندھی تلے رُل رہا تھا۔کمرے میں موجود ہر فرد کچھ پل کے لیئے ٹھٹک گیا۔سب کے حیران تاثرات دیکھتی المیرا کھنکاری اور اپنے جون میں واپس آئی۔

"آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا ملکہ؟" نگار نے فکر سے المیرا کے کندھے پر ہاتھ رکھا، وہ گھبرا کر ایک قدم دور ہوئی۔کمرے میں اس وقت پانچ لوگ موجود تھے۔

بھمن، ادوب، نگار، المیرا اور پیچھے خاموشی سے پھلوں کا رس نکالتا ہمارا خدمت گزار۔

"خادم خاص تم تھوڑا جلدی کام کرو گے۔" نگار نے اسے ڈپٹا جس نے جواباً ہاتھ اٹھا کر اسے "ہاں ہاں زیادہ باپ مت بن" کا اشارہ کر دیا۔ نگار یک دم ہی طیش میں آ گئی۔

"لگتا ہے تمہارے زخم بھر گئے ہیں؟" اسکی بات پر فاطر نے چاقو پوری قوت سے میز پر پٹخا۔

"میری غلطی نہیں، یہ چھری ہی بے کار ہے (فاطر اور غلطی مان لے نامکمن!) گھٹیا اوزار اور اونچی دکان ہے تم لوگوں کی۔ فائر کر دینا چاہیئے ایسی ناکارہ چھریاں بنانے والے کو۔" اس کو تو جیسے بھرا اس نکالنے کا موقع چاہیئے تھا۔ نگار نے بولنے کے لیئے لب جدا کیئے جب ادوب نے ہاتھ اٹھاتے روکا۔

"ہم مدعے پر آتے ہیں بھمن۔آپ کہنا کیا چاہ رہے ہیں؟"میز کے عین اوپر لگی روشنی ان سب کے آدھے چہروں پر تھیں۔میز پر دونوں ہاتھ رکھتے وہ تھوڑا آگے جھکا اور ایک چھوٹی کشتی کا مہرہ دریائے نیل کے نچلے حصہ سے اٹھاتے یمن کے نچلے حصہ کے قریب رکھ دیا۔

نظریں اٹھا کر ملکہ کی آنکھوں میں دیکھا جہاں لاتعلقی تھی۔"آپ لوگوں کو اس وقت زمین چاہیئے تو کیوں نا ہم اپنے معاہدے کی نیت بدل دیں۔"

"ہر گز نہیں، ہم اپنی زبان سے۔۔۔۔"

"ہمیں ایک مرتبہ اسکی بات تو سننی چاہیئے نگار۔"ادوب نے مودبانہ انداز میں اسکی بات کاٹی۔وہ تو اسکے منہ سے اپنا نام سنتے ہی تلملا اٹھی۔

"آپ کہیں بھمن۔"ادوب کو مسکراتے ہوئے شکریہ کہا اور انگلی کی مدد سے نقشہ کی طرف اشارہ کیا۔"آپ کی دو کشتیاں راتوں رات غائب ہوئی ہیں، اب آخری بچتی ہے یہ جس میں کل ملا کر تین سو بندہ ہے۔کیا آپ کو یقین ہے کے لیبیائی

شہزادے آپ کو اتنی آسانی سے یوں سفر کرنے دیں گے، عنقریب ان کا اگلا نشانہ آپ لوگ ہیں۔"

بھمن کی آواز ہر گزرتے لمحہ دور جا رہی تھی یا شاید وہ ماضی میں سفر کر رہی تھی۔

"ہم لوگ آپ کے تین سو لوگوں کی رہائش کا بندوبست کر سکتے ہیں اگر۔۔۔(ڈرمائی وقفہ، المیرا کو کیا لگے اسکا روگ زیادہ اہم تھا) آپ لوگ ہمیں اگلے ایک سال کی گندم بغیر کسی دام کے فراہم کریں۔" دونوں مشیروں کے جبڑے زمین سے جا لگے۔

یہ ایک نہایت ہی نامعقول سی شرط تھی۔ان لوگوں کی اپنی زمینوں پر قبضہ ہو چکا تھا، اپنے گودام میں کھانا ختم ہو رہا تھا وہ دوسروں کو کیا دے گیں۔

بھمن قہوے کے گھونٹ بھرتا ان دونوں وزراء کی آنکھوں ہی آنکھوں میں ہونے والی گفتگو صبر و تحمل سے دیکھ رہا تھا۔ کنکھیوں سے ان کی ملکہ کو دیکھا، وہ تو نجانے کس ہی غم میں تھی۔

★

رات کا خاموش پہر اور یہی درست وقت تھا اپنے ارادوں کو انجام تک پہنچانے کا۔

"تم نے سہی سے چیک کیا تھا نا گل؟" یہ آواز سب سے آگے چلتے فاطر کی تھی۔

"جی سر، جہاز کے بائیں جانب تین چھوٹی کشتیاں چھپا کر رکھی ہیں۔ انھیں میں سے ایک پر بھمن آیا تھا۔" اندھیرے میں ہلچل ہوتے سایہ سے اندازہ لگتا تھا کے تین لوگ ہیں جن کے قد ایک ایک کرتے پہلے سے چھوٹے ہو رہے ہیں۔

وہ لوگ کھلی فضا تلے آئے تو ٹھنڈی ہوا کے جھونکے ان کی خشک جلد سے ٹکرائے۔ گل نے ٹھرٹراتے ہوئے بازوؤں سے خود کو ڈھکا۔

مصر کا موسم ہر دنیا میں ایک سا تھا۔

"چلو دبیر آگے جاؤ۔" سفید جلبیہ میں موجود اس ازل سے ابد تک کے بجھے ہوئے چراغ آدمی نے آگے بڑھتے کف اوپر کیئے۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

جہاز کا عرشہ خالی تھا۔ آج تو پہرہ دینے کے لیئے سپاہی بھی موجود نہیں تھے۔ دبیر نے ایک طرف لگی سیڑھیوں کی مدد سے نیچے اترنا شروع کیا۔ گل نے لالٹین جلاتے اسکی مدد کے لیئے آگے کیا۔ تین دن کی محنت تھی ان کی جو آج یہاں سے فرار کی صورت سارا ماہ ملکہ دیکھے گا۔

فاطر نے ارد گرد نظریں دوڑائی۔ ''جلدی کرو نادبیر۔''

''سیّدی یہاں کوئی کشتی نہیں۔'' گل کا تو مانو دل اچھل کر حلق میں آگیا ہو۔ دونوں بیقوقت آگے آئے اور لکڑی کی بار سے نیچے جھانکا۔ دبیر کے قدموں کے قریب مٹیالے رنگ کا کپڑا اہٹا تھا اور ایک چوڑا خانہ جس میں ایک ساتھ چار کشتیاں آسکتی تھی موجود تھا۔ مگر وہاں صرف مکڑی کے جالوں اور آدھی مریل چھپکلی کے علاوہ کچھ نہ تھا۔

فاطر اور دبیر دونوں نے سوالیہ نظروں سے گل کو دیکھا۔ ''میں نے خود دوپہر میں آکر دیکھا تھا۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ۔۔۔ یہ۔۔ ٹھیک سے دیکھو تم۔۔۔'' اسکی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

زبان ہکلا رہی تھی۔ کل سے ہوئے واقع کے بعد سے اسے یہاں سے بھاگنے کی جلدی تھی۔ آنکھوں میں پانی جمع ہونے سے وہ خود کو روک نہ سکی جسے دیکھتے فاطر نے اپنا سر پکڑ لیا۔

"ہو سکتا ہے دوسری طرف ہو۔" پسینہ ہوتے وجود کے ساتھ وہ دوسری طرف بھاگی۔

"وہاں بھی کچھ نہیں ہے۔" قدم کو بیچ راہ میں جیسے بیڑیوں نے جکڑ لیا ہو۔ دبیر نے سیڑھیاں چڑھتے عرشہ کے کھلے دروازے کی جانب دیکھا۔ وہیں جہاں سے آواز آئی تھی۔

www.novelsclubb.com

"ابو یسلی یہ سب تمہارا کیا دھرا ہے۔" ہاتھ اٹھاتے فاطر طنز سے ہنسا۔ شب خوابی کے لباس میں چاندنی کا سانس لیتا وجود بنے المیرا بازو سینے پر باندھے چھوٹے قدم لیتی قریب بڑھنے لگی۔

"تم لوگ مجھے چھوڑ کر جا رہے تھے، شرم تو نہیں آئی؟"

"تمہیں لے کر واپس جاتے تاکہ یہ ماہ ملکہ والے اپنے حکمران کی بو سونگھتے ہم تک آجاتے، نو تھینکس۔" بھورے جلبیہ اور کمر کے گرد سفید سیاہ کیفیتہ باندھے فاطر فکر مندی سے لب کاٹ رہا تھا۔

"تو تم کو کیا لگا تم تینوں یہاں سے باآسانی مجھے دھوکہ دے کر بھاگ سکتے ہو۔"

"تم اس قابل ہو کے تمہارا ساتھ نبھایا جائے۔" گل کی آواز آخر میں ٹوٹ گئی۔ اس نے بمشکل ہی خود کو سنبھالا ہوا تھا۔ "تمہارے ساتھ یہاں رہ کر ہمیں ملے گا کیا۔ کل کو تم ہمیں بھی بے نام موت مار ڈالو، تب ہم کیا کرے گیں۔" المیرا اسکے بکھرے وجود اور نم آنکھوں کو دیکھ کر اونچی آواز میں ہنسی۔ یہ وہی لڑکی تھی جس نے تین دن پہلے فاطر کو المیرا کی مدد کے لیئے راضی کیا تھا۔

"تم نے تو کل ہی اجازت دی تھی کہ میں تمہارا قتل کر واسکتی ہوں۔" غیر متوقع حملہ جو وہ بات کر کے بھولنے والی عورت کو بھاری پڑ گیا۔

"قتل نہ ہوئے تو وبا سے مارے جائے گیں۔" دبیر نے لقمہ دیا۔ فاطر ان سب پر مٹی ڈالتا اب جھانک کر ارد گرد دیکھ رہا تھا۔

"کوئی کشتی نہیں ملے گی فاطر اسلام مرمت کے لیئے گئیں ہیں ساری۔ اگر تم لوگ مجھے اپنے پلین کا حصہ بنا لیتے تو شاید اب تک بھاگ بھی چکے ہوتے۔" کیا وہ ناراض تھی؟ کیا اسے برا لگا تھا؟ المیرا نے کب اپنے جذبات کی کوئی ٹھوس شکل دکھائی تھی۔

"تم ہماری مدد کیوں کرو گی، تمہیں تو جانا ہی نہیں یہاں سے۔" فاصلے پر کھڑے فاطر اسلام کو دیکھتے المیرا خاموش رہی۔ گل اور دبیر کو یوں نظر انداز کیا جیسے بریڈ کے آخری سلائس ہوں۔

"تم لوگ میری مدد کے بغیر کچھ نہیں۔ "

(" میں تم لوگوں کے بغیر ڈرپوک ہوں۔")

کہنا کچھ تھا، کہا کچھ تھا۔

فاطر نے المیرا کو دیکھا اور المیرا تو دیکھتی ہی فاطر کو تھی۔ تمام راستے بند تھے اور جو ایک راستہ کھلا تھا اس پر کھڑا وجود اسکے لیئے قابلِ نفرت تھا۔

"سوچ لو، میں تو ملکہ ہوں مجھے تو کوئی خطرہ نہیں۔ تم تینوں کو یہاں سے بھگانے میں میرے علاوہ کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ میں چاہوں تو تم تینوں کو مروا بھی سکتی ہوں۔" موت کا ڈر کسے نہیں ہوتا۔ گل مٹھیاں بھینچے اسے غصہ سے دیکھتی رہی۔ دبیر شاید کچھ سوچ رہا تھا اور فاطر..... "ٹھیک ہے! ہم تمہاری مدد لے گیں۔"

گل اور دبیر نے ایک ساتھ اس اصولوں کے پکے آدمی کو دیکھا، حیران تو المیرا بھی کچھ کم نہ ہوئی تھی۔

"ہم تمہیں لے کر یہاں سے جائیں گیں، تمہارے طریقہ سے۔"

چاند کی روشنی اسکی پیٹھ سے ٹکراتی ہمیشہ کی طرح فاطر تک آنے سے پہلے ہی رک چکی تھی۔

"مگر اس سے پہلے تمہیں ہم سے ایک وعدہ کرنا ہو گا، ابھی اور اسی وقت۔" اپنے اور اسکے درمیان کا فاصلہ عبور کیا۔

المیرا اسے گردن اٹھا کر دیکھ رہی تھی، وہ اسے گردن جھکا کر دیکھ رہا تھا۔

"تم اب مزید کسی کا قتل نہیں کرواؤ گی۔ جس دن تم انسانیت کی پٹڑی سے اتری اس دن ہمارے اور اپنے راستے جدا سمجھنا۔"

بھوری سنہری آنکھیں انکار نہیں سننا چاہتی تھیں۔ اتنا معلوم تو تھا تمام کو کہ یہاں سب سے زیادہ طاقت وہی زمرد نگاہیں رکھتی ہیں۔

المیرا نے بھی مسکراتے ہوئے پہلو بدلا۔ "تمہیں بھی مجھ سے ایک وعدہ کرنا ہو گا۔"

"ہم دینے نہیں لینے کی پوزیشن میں ہے۔سب کچھ ہے تو سہی تمہارے پاس۔"
فاطر بیزار لگتا تھا۔

"او نہوں، سب کچھ تو نہیں۔" تھوڑا سا پیچھے ہوتے ہونٹوں کا کنارہ اٹھایا اور اوپر سے نیچے اسے دیکھا۔"میرے پاس فاطر اسلام کی تابعداری نہیں۔" مصری آدمی کی گھنی بھونیں سکڑیں۔اسے یہ زو معنی باتیں کہاں سمجھ آتی تھیں۔

"تم مجھے سب کے سامنے تمیز سے مخاطب کرو گے۔" بالوں کے کنارے ناخن پر لپیٹے۔"ملکہ یا مالکن سے ایک لفظ بھی کم نہیں۔ہاں زیادہ ڈالنا چاہتے ہو تو مرضی ہے تمہاری۔" گل حیرت اور نفرت کی کسی درمیانی کیفیت میں تھی۔دبیر البتہ اس عورت کی چالاکی سے واقف اور بہت حد تک بیزار دکھ رہا تھا۔

طنز سے سر ہلاتے فاطر نے جلبیہ کی جیب میں ہاتھ ڈالے اور آگے جھکا۔وہ مسکرایا، ویسے ہی جیسے وہ المیرا کے لیئے مسکراتا تھا۔ "ناقابل برداشت فتنہ کیسا رہے

گا.....مالکن۔''ہلکی سی ہنسی کے ساتھ وہ اس کا سارا موڈ غرق کر گیا۔اس کا حلق اندر تک کڑوا ہو گیا۔مالکن لفظ پر غور بھی نہیں کیا وہ باقی کا جملہ ہی کافی تھا۔

دماغ کی پھڑکتی رگ کو قابو کرتے اس نے کہا''اگر تم میری شرط نہیں مان سکتے تو میں تمہاری بھی نہیں مانوں گی۔''اگر کوئی اور اسے یہ کہتا شاید وہ پی جاتی.....مگر یہاں نفرت کے ریکارڈ اعلی تھے،ٹوٹنے میں کچھ وقت لگے گا۔

''سیم گوز فوریو۔''آنکھوں سے جتایا۔''میں دھوکہ اور جھوٹ برداشت نہیں کرتا المیرا،میرے ساتھ سیدھی رہنا تو ٹیڑھا میں بھی نہیں ہونگا۔''المیرا نے آنکھیں گھماتے ہوا میں ہاتھ لہرایا۔

''یہ تمہارا کسی عورت کے ساتھ پہلا معاہدہ ہے نا؟''گردن ایک طرف جھکائی۔

''بے فکر رہو،ہم عورتیں تمہاری طرح جلد باز فیصلے نہیں لیتیں۔''

www.novelsclubb.com

"دیکھتے ہیں۔" اگران دونوں کا نظرانداز کر کے دائیں اور بائیں طرف دیکھو تو تمہیں غصہ سے لال ہوتی گل جان دکھے گی۔ یہ تو بات اٹل تھی وہ اس عورت سے کوئی مدد نہیں مانگ رہی، وہ بھلا کیوں دوسروں پر منحصر ہو؟

اُسے اس وقت سب پر غصہ آیا ہوا تھا۔ فاطر اور المیرا سے لے کر سمندر میں موجود مچھلیوں تک، سب کے سب بے وقوف تھے۔

★

جب سارا جگ سوتا ہے تبھی تو کچھ برا ہوتا ہے۔

صبح السحر ماہِ ملکہ میں سالن دیگ میں چڑھا دیا جاتا تھا۔ ابلتے ہوئے مسالے دار پانی کے پاس اس وقت کوئی موجود نہیں تھا۔

اور جہاں کوئی نہ ہو وہاں پھر کچھ الٹا نہ ہو، یہ بھلا کیسے ممکن ہے؟

ابلتے ہوئے سالن کے قریب آہستہ سے کوئی بڑھنے لگا۔ سیاہ چغہ جس کے لمبے بازوں میں ہاتھ ڈالتے ایک پڑیا نکالی۔ بھورے لفافے کو جونہی اس چغہ نشین نے

کھولا ارد گرد تیز اور بھاری سی بدبو پھیل گئی جسے اگر زیادہ دور کے لیئے سونگ لیا جائے تو بدنما بو کے باعث انسان بیہوش ہو جاتا۔پڑیا کو کھولتے سفید زرات اس سالن کی دیگ میں انڈیل دیئے۔ایک ہاتھ سے وہ شخص سالن میں ڈوئی چلانے لگا اور دوسرے سے اس نے سارے ذرات اندر ڈال دیئے۔

جب اسے تسلی ہو گئی کے ذرات اچھے سے گھل گئے ہیں تو جن خاموش قدموں سے وہ منظر کا حصہ بنا،انھیں بے آواز قدموں پر چلتے وہ منظر سے ہٹ گیا۔

آج کا سبق ماہِ ملکہ کے لیئے..... کھانے کی دیگ کو کبھی تنہا نہیں چھوڑنا چاہیئے۔

★★★★

www.novelsclubb.com

اگلی قسط انشاءاللہ اگلے ماہ